وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝۳ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝۴

علومِ قرآن اور دوسرے علومِ شرعیہ، خاص طور پر

حدیث شریف پڑھنے کے آداب

افادات

مفتی محمود بن مولانا سلیمان حافظ جی بارڈولی حفظہ اللہ تعالیٰ

خادمِ تفسیر وحدیث: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، گجرات

خادمِ حدیث شریف: جامعہ دار الاحسان بارڈولی، گجرات

ناشر

نورانی مکاتب

تفصیلات

کتاب کا نام	:	حدیث شریف پڑھنے کے آداب
افادات	:	حضرت مفتی محمود صاحب حافظجی
صفحات	:	۹۶
دوسرا ایڈیشن	:	شعبان ۱۴۴۵ھ مطابق فروری ۲۰۲۴ء
ناشر	:	نورانی مکاتب

www.nooranimakatib.com

ملنے کے پتے

نورانی مکاتب	8140902756
ادارۃ الصدیق ڈابھیل، گجرات	9913319190
مدرسہ گلشنِ خدیجۃ الکبریٰ، اون، سورت	9898371086 9714814566
دارالمکاتب کاپودرا	9712005458
مولانا صدیق احمد ابن مفتی محمود صاحب حافظ جی، مدرسہ فاطمۃ الزہراء، دیسائی نگر، مریم مسجد، باڑدولی، سورت، گجرات	9157174772
مولانا بلال صاحب گورا گودھرا	9726293096

تفصیلی فہرست

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
		۱۰
	پیش لفظ	۱۱
	حدیث شریف کے مبادیات اور صحاح کے ابواب کو تقسیم کر لینا مناسب ہے	۱۱
	علم سیکھنے اور سیکھانے کی ابتدا کیسے ہو؟	۱۲
حصولِ علم، حدیث شریف کی عزت وعظمت اور آداب سے متعلق قیمتی باتیں		
۱	بخاری کے سبق سے پہلے کا خطبہ	۱۶
۲	’’صلوۃ الشکر‘‘ کا اہتمام کریں	۱۷
۳	دوسری صلوۃ الشکر	۱۷
۴	شکر سے نعمت میں زیادتی	۱۸
۵	’’صلوۃ الحاجۃ‘‘ بھی پڑھنی چاہیے	۱۹
۶	حدیث شریف پڑھنے کے آداب	۱۹
۷	ادب کی برکت سے ایمان کی دولت اور دنیا میں جنت کا مشاہدہ	۲۰
۸	مجلسِ حدیث؛ مجلسِ قرآن بھی ہے	۲۱
۹	ادب کی برکت سے نورانیت اور رحمت	۲۲
۱۰	ادب زیادہ محبوب تھا علم سے	۲۲

۱۱	شیطان کا مزین دھوکا	۲۲
۱۲	امام ابنِ وَہبؒ کا ارشاد	۲۳
۱۳	علم سے پہلے ادب	۲۳
۱۴	ادب میں کوتاہی کی وجہ سے دو مہینے کے لیے سبق بند	۲۳
۱۵	ادب کے بارے میں ہمارے اکابر کے ارشادات	۲۴
۱۶	آداب کی دو قسمیں ہیں	۲۶
۱۷	اصل باطنی ادب ہے	۲۶
۱۸	باطنی آداب	۲۷
۱۹	پہلا ادب: حدیث شریف کی عظمت	۲۷
۲۰	عظمت کی پہلی دلیل: اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت	۲۷
۲۱	عظمت کی دوسری دلیل: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے نسبت	۲۸
۲۲	عظمت کی چوتھی دلیل: حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے نسبت	۲۹
۲۳	عظمت کی چوتھی دلیل: حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے نسبت	۳۱
۲۴	عظمت کی چھٹی دلیل: ائمۂ حدیث کی نسبت	۳۲
۲۵	حدیث کے ادب میں امام مالکؒ کا عجیب واقعہ	۳۲
۲۶	دوسرا ادب: محبت	۳۳
۲۷	تیسرا ادب: نیت کی درستگی	۳۵
۲۸	بدنیتی اور بے نیتی	۳۵

۲۹	پہلی نیت: اللہ تعالیٰ کی رضامندی	۳۶
۳۰	دوسری نیت: علم حاصل کر کے اللہ کی مرضی والی زندگی گذاریں گے	۳۷
۳۱	جیبی ڈائری	۳۷
۳۲	تیسری نیت: خود سیکھ کر دوسروں تک پہنچائیں گے	۳۸
۳۳	دین کی باتوں کے متعلق تین بنیادی مقاصد	۳۹
۳۴	جامع عمل	۴۰
۳۵	روزانہ صبح نیت کا استحضار کر لینا چاہیے	۴۱
۳۶	حدیث کی مجلس روحانی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلسِ مبارک ہے	۴۲
۳۷	روحانی تعلق	۴۳
۳۸	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت	۴۳
۳۹	ظاہری آداب	۴۵
۴۰	ہماری قوت اور صلاحیت علم حاصل کرنے میں لگنی چاہیے	۴۵
۴۱	حدیث شریف زبانی یاد کرو	۴۵
۴۲	ہمارا زیادہ وقت حدیث کے پڑھنے اور مطالعے میں لگنا چاہیے	۴۷
۴۳	اللہ تعالیٰ نے مال کی نعمت عطا کی ہو تو اس سے کتابیں خریدنی چاہیے	۴۸
۴۴	حصولِ علم کی حرص اصلی حرص ہے	۴۸
۴۵	دوسرا ظاہری ادب: محنت کرنا	۴۹
۴۶	حضرت عبد اللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ اور علم کی حرص	۵۰

۴۷	دو بزرگوں کی ملاقات نہ ہونے پر حضرت امام شافعیؒ کا افسوس	۵۰
۴۸	علامہ سعد الدین تفتازانیؒ کا واقعہ	۵۱
۴۹	امام غزالیؒ کا واقعہ	۵۲
۵۰	محنت سے راستے کھلتے ہیں	۵۲
۵۱	تکرارِ احادیث	۵۴
۵۲	باوضو پڑھنے کا اہتمام	۵۴
۵۳	حضرت شیخ زکریاؒ کا واقعہ	۵۵
۵۴	روزانہ دو رکعت نفل، غسل اور خوشبو کا اہتمام ہو سکے تو کریں	۵۷
۵۵	حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ثابت بُنانیؒ کا ادب	۵۸
۵۶	حضرت امام بخاریؒ کا اہتمام	۵۸
۵۷	حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلویؒ کا اہتمام	۵۹
۵۸	صاف ستھرا رہنا چاہیے	۵۹
۵۹	زبان سے عظمت کا اظہار کرنا: اللہ تعالیٰ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ رضی اللہ عنہم، محدثینِ کرام اور دیگر اکابر کا نام تعظیم کے ساتھ لینا چاہیے	٦۰
٦۰	اللہ تعالیٰ کے لیے جمع کا صیغہ استعمال کرنا	٦۰
٦۱	درود شریف اور ذکرِ الٰہی کا اہتمام	٦۱
٦۲	ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر	٦۲
٦۳	حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے دعائے رضوان کے فوائد	٦۳

۶۴	دعائے مغفرت ورحمت	۶۴
۶۵	آلاتِ علم اور اسبابِ علم کا ادب	۶۵
۶۶	کتابوں کے متعلق ایک اور قابلِ توجہ عمل	۶۵
۶۷	تپائی، درس گاہ اور ساتھیوں کا ادب	۶۶
۶۸	صحیح اعراب پڑھنا بھی ادب ہے	۶۶
۶۹	اللہ تعالیٰ کی نوازش	۶۷
۷۰	میرے مشفق حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم کی سبق اور مدرسے کے ساتھیوں کے متعلق ایک اصولی بات	۶۷
۷۱	حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد صاحبؒ کا ملفوظ	۶۸
۷۲	علم اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی عطا ہے	۶۸
۷۳	اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں مخلوق کا علم	۶۹
۷۴	خود صاحبِ وحی کو علم حاصل کرنے کا حکم دیا گیا	۷۰
۷۵	دعا بھی اور دوا بھی	۷۱
۷۶	عبادت کا اہتمام بھی کریں	۷۱
۷۷	گناہوں سے بچنا	۷۱
۷۸	علم کی تعبیر دودھ ہے	۷۲
۷۹	ظرف کو صاف رکھنا ہوگا تو مظروف صحیح رہے گا	۷۲
۸۰	علم حاصل کرنے میں شرم وحیا اور تکبر نہ ہو	۷۳

۸۱	سبق لکھنے کا اہتمام کرنا چاہیے	۷۳
۸۲	سبق لکھنے کے فائدے	۷۴
۸۳	بہت ساری مفید شروحات درسی تقریروں سے وجود میں آئی ہیں	۷۴
۸۴	آداب پر پابندی سے عمل کرنا چاہیے	۷۶
۸۵	درس میں حاضری کی اہمیت اور اس کے فوائد	۷۶
۸۶	سبق میں حاضری کی پابندی کریں	۷۷
۸۷	استاذ: ایک راستہ ہے	۷۸
۸۸	مصنفین کے لیے دعا اور ایصالِ ثواب کا خصوصی اہتمام ہونا چاہیے	۷۹
۸۹	ایصالِ ثواب کے سلسلے میں میرے اکابر کا اہتمام	۷۹
۹۰	دعاؤں کا خاص اہتمام کرنا چاہیے	۸۰
۹۱	حصولِ علم کے اغراض ومقاصد	۸۲
۹۲	حدیث شریف کے حصول کی پہلی غرض اور مقصد	۸۲
۹۳	دوسری غرض اور مقصد	۸۴
۹۴	فرقۂ اہلِ قرآن	۸۵
۹۵	تیسری غرض اور مقصد	۸۶
۹۶	دین کی خدمت کرنے کا ایک انعام	۸۶
۹۷	قرآنِ مجید اور حدیث شریف کا معاملہ الگ ہے	۸۷
۹۸	درود شریف پڑھنے کا سنہرا موقع	۸۸

۹۹	درود شریف پڑھنے کی فضیلت	۸۹
۱۰۰	چوتھی غرض اور مقصد	۸۹
۱۰۱	حدیث شریف کا ایک اہم عنوان ''کتاب التفسیر'' بھی ہے	۹۰
۱۰۲	قرآنِ پاک کے معانی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی	۹۰
۱۰۳	قرآنِ مجید کی عملی تفسیر	۹۱
۱۰۴	پانچویں غرض اور مقصد	۹۱
۱۰۵	احادیث یاد کرنے کی کوشش کریں	۹۳
۱۰۶	اکابر کا اپنے علم پر عمل	۹۴
۱۰۷	حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کی اتباعِ سنت کا ایک نمونہ	۹۴
۱۰۸	خدامِ دین کا اعزاز	۹۵
۱۰۹	چھٹی غرض اور مقصد	۹۵
۱۱۰	آج کے دور کی الٹی سوچ	۹۶

ابتدائیہ

درسِ بخاری شریف

الحمدللہ! مؤرخہ: ۱۳؍شوال المکرم ۱۴۴۲ھ سنہ مطابق ۲۶؍مئی ۲۰۲۱ء سنہ بدھ سے جامعہ دارالاحسان بارڈولی میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک مزید نعمت عنایت فرمائی، اس ذات نے ہمارے جامعہ کو؛ بلکہ سرزمینِ بارڈولی کو بخاری شریف جیسی کتاب کے درس کے لیے منتخب فرمایا، ہم اِس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

نیز دوسری خوشی اِس بات کی ہے کہ کئی دنوں سے یہ تمنا تھی کہ اگر ہمارے جامعہ میں درسِ بخاری کا آغاز ہو تو ہمارے ہی شہر کی مقبول ومعروف شخصیت حضرت اقدس مفتی محمود صاحب دامت برکاتہم کو بھی ''درسِ بخاری'' کے لیے منتخب کیا جائے، بس! اللہ کی ذات نے ہماری دعا کو شرفِ قبولیت بخشی اور آج یہ دن بھی ہمیں دکھادیا کہ من جانب اللہ اس شخصیت کا انتخاب بھی درسِ بخاری شریف کے لیے ہو گیا الحمدللہ!۔

بس! دعا کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اِس سلسلے کو تا قیامت عافیت کے ساتھ جاری وساری رکھے اور بخاری شریف پڑھانے والے شیوخ کی، خصوصاً حضرت اقدس مفتی محمود صاحب دامت برکاتہم کی عمر میں صحت و عافیت کے ساتھ خوب برکت عطا فرمائے اور ان کے درس سے ہم تمام کو فیض یاب بنائے، آمین۔

شیخ الحدیث حضرت اقدس مفتی محمود صاحب مدظلہ نے ''درسِ بخاری'' شروع کرنے سے پہلے حصولِ علم، عظمتِ حدیث اور آدابِ حدیث کے متعلق بہت ہی قیمتی باتیں بیان فرمائی ہیں، اسی کو ناظرین کی خدمت میں پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

بندہ: عرفان سمول گودھروی

خادم التدریس: جامعہ دارالاحسان بارڈولی

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، اَللّٰهُمَّ لَا أُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ، اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا يَنْبَغِيْ لِجَلَالِ وَجْهِكَ وَعَظِيْمِ سُلْطَانِكَ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ وَأَنْعِمْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَعَلٰى اٰلِهِ وَصَحْبِهِ وَعَلٰى مَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ، اٰمِيْن!

لاک ڈاؤن کے عالمی حالات کے بعد ۱۳؍شوال المکرم ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۶؍مئی ۲۰۲۱ء بہ روز بدھ وطنِ عزیز بارڈولی، ضلع: سورت، صوبہ: گجرات، مدرسہ جامعہ دار الاحسان میں پہلی مرتبہ دورۂ حدیث شریف کا آغاز ہوا، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بہت بڑی نعمت نصیب ہوئی، اُس بستی کو جو علم اور علما سے نسبت رکھتی ہے اس کی قدرے تفصیل بندے نے اپنی کتاب مرحوم والد کی سوانح ’’فیضِ سلیمانی‘‘ میں لکھی ہے، ملک کی آزادی کی نسبت سے بھی اس بستی کو بڑی شہرت حاصل رہی ہے۔

لاک ڈاؤن کے حالات کے بعد کچھ پابندیاں تھیں جس کی وجہ سے دورۂ حدیث شریف کے اسباق ’’حافظ جی‘‘ مسجد میں شروع ہوئے، بعد میں حسبِ معمول مدرسے میں تعلیم جاری ہوئی۔

حدیث شریف کے مبادیات اور صحاح کے ابواب کو تقسیم کر لینا مناسب ہے

شوال کے مہینے میں دورۂ حدیث شریف کے اسباق، مبادیات اور مقدمے کے

سلسلے میں اساتذہ کے درمیان ایک مشورہ ہوا؛ چوں کہ ''حدیث شریف کے مبادیات'' بھی ایک مستقل موضوع ہے اور اس کے بھی عناوین بڑی مقدار میں پھیلے ہوئے ہیں، مشورے میں یہ مناسب معلوم ہوا کہ مبادیات کے متعلق جو مباحث ہیں مختلف اساتذہ کے درمیان اس کے عناوین تقسیم کر دیے جائیں؛ تاکہ تمام عناوین آ جائیں اور تکرار بھی نہ ہو، رہا ''مقدمۃ الکتاب'' تو وہ ہر استاذ اپنی متعلقہ کتاب کا مقدمہ اپنے طور پر طلبہ کے سامنے پیش کر دے؛ اِس لیے مقدمۃ العلم (یعنی مقدمۂ علمِ حدیث) کے لیے تقسیم والی یہ ترتیب اختیار کی گئی۔

ساتھ ہی مشورے سے صحاح کے ابواب کو بھی تقسیم کرنے کی ترتیب بنی؛ تاکہ صحاح، موطین اور طحاوی شریف میں پھیلے ہوئے مختلف عناوین اور ابواب پر درایتاً کلام دورۂ حدیث شریف کے طلبۂ عزیز کے سامنے کسی نہ کسی کتاب میں آ جاوے، یہ ایک مستقل موضوع ہے، اس کو کسی اور وقت پر پیش کیا جائے گا ان شاء اللہ!۔

بہر حال! اِس سلسلے میں بندے کے حوالے دو موضوع ہوئے: ایک حدیث شریف کے آداب اور دوسرا امام ابوحنیفہ اور علمِ حدیث۔

پہلے موضوع کے متعلق بندے کو اللہ کے فضل وکرم سے جو باتیں دورۂ حدیث شریف میں شریک بھائیوں کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اس کو ریکارڈنگ کے ذریعے پہلے محفوظ کیا گیا، پھر اس کو کتابی شکل میں تیار کیا گیا۔

علم سیکھنے اور سکھانے کی ابتدا کیسے ہو؟

نفسیاتی طور پر یہ چیز بہت ضروری ہے کہ مکتب کی تعلیم ہو یا دارالعلوم وجامعات کی تعلیم، سب سے پہلے پڑھنے والے طلبہ کے سامنے جو علم پڑھا پڑھایا جارہا ہے اس کی

فضیلت بتلائی جائے کہ اِس کے پڑھنے پر ہمیں کیا حاصل ہوگا؟ ہمیں کیا ملے گا؟ اور اس سلسلے میں واقعات بھی بتلائے جائیں، یہ بہت ضروری ہے، نیز اُس علم کے متعلق جو آداب ہیں وہ بھی ذکر کرنا ضروری ہے، بہت سی جگہوں پر اس ترتیب کو اپنایا نہیں جاتا؛ بلکہ آنے والے طالبین کو پہلے ہی دن سے سبق شروع کرادیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے بہت سی مرتبہ حصولِ علم میں اکتاہٹ اور بعض مرتبہ اُس علم کے متعلق نفرت تک پیدا ہوجانے کا ذریعہ بنتی ہے۔

اس لیے بہت ضروری ہے کہ سب سے پہلے جو علم ہم پڑھا رہے ہیں اس کے فضائل، مناقب اور اس سلسلے میں واقعات بچوں کو سنا کر شوق پیدا کیا جائے، اگر شوق پیدا ہوا تو اس کے لیے محنت اور مجاہدہ آسان ہوگا، نیز آداب کا ذکر کرنا بھی بہت ضروری ہے؛ تاکہ حدود وقیود کی رعایت کرتے ہوئے صحیح ڈھنگ سے اس علم کو حاصل کرسکے۔

اِس رسالے میں جو آداب پیش کیے گئے ہیں یہ میرے اکابر کا فیض ہے:

اس میں بہت سی باتیں میرے پیر ومرشد اور مشفق استاذ فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی ہیں۔

نیز استاذِ مرحوم شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند حضرت مفتی سعید صاحب پالنپوری نور اللہ مرقدہ سے جب دار العلوم دیوبند میں ترمذی شریف اور حجۃ اللہ البالغہ پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی اُس وقت جو سنا تھا اُس سے اور حضرت کی بخاری شریف کی درسی تقریر سے بہت سی باتوں کا استفادہ کیا ہے۔

نیز میرے محسن، مشفق، مربی، استاذ اور مرشدِ ثانی، شیخ الحدیث حضرت اقدس مفتی

احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ سے دورۂ حدیث شریف کے سال بخاری شریف جلدِ ثانی اور بندے کی تدریس کے زمانے میں بخاری شریف اول (دوبارہ) جب پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی تو اس وقت جو باتیں سنی تھیں ان ہی کو پیش کیا ہے۔

نیز میرے کرم فرما و مہرباں شیخ الحدیث مولانا سلیم دھورات صاحب لیسٹر دامت برکاتہم العالیہ کا رسالہ جو آدابِ حدیث کے متعلق ہے اس کو بھی دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی تھی؛ گویا کہ یہ سب میرے اکابر کے فیوض ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو میرے لیے اور اس کام میں جن کا بھی حصہ لگا ہے ان سب کے لیے صدقۂ جاریہ بناوے، اپنی رضا کے حصول کا ذریعہ بناوے اور حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے عشق کے حاصل ہونے کا ذریعہ بناوے۔

اگر اِس رسالے کو بار بار سنا اور پڑھا جائے گا اور اس کے مطابق عمل کیا جائے گا تو ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ بہت ہی فائدہ مند ہوگا۔

(مفتی) محمود مولانا سلیمان حافظ جی بارڈولی

مؤرخہ: ۱۲؍رجب ۱۴۴۳ھ

مطابق: ۱۵؍فروری ۲۰۲۲ء

حصولِ علم، حدیث شریف کی عزت وعظمت اور آداب سے متعلق قیمتی باتیں

بخاری کے سبق سے پہلے کا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ!

فَاِنَّ اَصْدَقَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَاَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَخَیْرَ الْاُمُوْرِ عَوَازِمُهَا وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِيْ النَّارِ.

وَبِالسَّنَدِ الْمُتَّصِلِ مِنَّا اِلٰى الشَّیْخِ الْاِمَامِ الْهُمَامِ، حَافِظِ الْحُجَّةِ، اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ فِيْ الْحَدِیْثِ، اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْمَاعِیْلَ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ الْمُغِیْرَةِ بْنِ الْبَرْدِزْبَةَ الْجُعْفِيِّ الْیَمَانِيِّ الْبُخَارِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَنَفَعَنَا بِعُلُوْمِهٖ، اٰمین.

نوٹ: میرے اساتذہ کے یہاں یہ معمول رہا ہے کہ وہ بخاری شریف کا سبق شروع کرنے سے پہلے اس خطبے کا بڑا اہتمام فرماتے تھے۔

اور جب حدیث کی سند پوری ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے پہلے صحابی کے نام کے بعد ’’رَضِيَ اللّٰه تعالىٰ عنه و عنهم و عنا جميعا‘‘ پڑھیں؛ تا کہ ’’عنه‘‘ میں وہ صحابی اور ’’عنهم‘‘ میں باقی تمام رُوات اور ’’عنا جميعا‘‘ میں ہم سب پڑھنے- پڑھانے والے دعا میں شریک ہو جاویں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَكَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اَمَّا بَعْدُ!

بھائیو! اِس وقت دنیا کے جو حالات چل رہے ہیں کہ بہت سارے لوگ (کُرونا کے نام سے) بیمار ہیں، بہت سارے لوگ دنیا سے چلے گئے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اور آپ کو زندگی کی یہ عظیم نعمت عطا فرمائی اور اس کے ساتھ دوبارہ ہم کو دین کا علم سیکھنے کی توفیق وسعادت عطا فرمائی، یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔

”صلوۃ الشکر“ کا اہتمام کریں

اس لیے سب سے پہلے آپ حضرات سے ایک درخواست یہ ہے کہ:

دو رکعت ”صَلوٰۃُ الشُّکر“ اِس نیت سے پڑھیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں ایک بار پھر سے دین کا علم سیکھنے کی سعادت اور توفیق نصیب فرمائی، اِس عظیم نعمت پر ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

بلکہ ہر جماعت کے ہر طالبِ علم کو چاہیے کہ ہر سال شوال کے مہینے میں (جس مدرسے میں سال کے شروع ہونے کا جو مہینہ ہو اس میں) جب تعطیلات کے بعد مدرسے پہنچے تو صلوۃ الشکر کا اہتمام کرے کہ اللہ تعالیٰ نے پھر سے عافیت کے ساتھ مدرسے میں حاضری کی سعادت عطا فرمائی۔

دوسری صلوۃ الشکر

اسی طرح آپ حضرات دوسری دو رکعت ”صَلوٰۃُ الشُّکر“ اِس نیت سے پڑھیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں دورۂ حدیث شریف کے سال کی سعادت عطا فرمائی۔

آپ لوگوں نے جب ناظرہ قرآن شریف اور درجۂ حفظ شروع کیا ہوگا، اس کے

بعد فارسی کا درجہ شروع کیا ہوگا اُس وقت آپ کے کچھ ساتھی تھے جو پڑھنے میں آپ کے ساتھ تھے؛ لیکن بعد میں ان کا علمی سلسلہ باقی نہیں رہا، مختلف عوارض کی وجہ سے ان لوگوں نے علمی سلسلہ ختم کر دیا، یا ہو گیا اور وہ دورۂ حدیث اور دین کا علم حاصل کرنے کی سعادت سے محروم ہو گئے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اور آپ کو یہ موقع اور سعادت عطا فرمائی کہ ہم نے ناظرہ پڑھا، پھر بہت سوں نے قرآن کا حفظ پورا کیا، اس کے بعد فارسی و عربی درجات پڑھے اور آج اللہ تعالیٰ نے یہ خوشی اور سعادت کا دن دکھایا کہ ہم دورۂ حدیث تک پہنچ گئے تو اس نعمت کے شکر کے لیے دوسری دو رکعت ادا کرنی ہے؛ کیوں کہ ہر نعمت کے لیے ایک عمومی قانون ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ۝۷ (ابراهيم)

ترجمہ: اگر تم واقعی (میرا) شکر کروگے تو میں تم کو زیادہ (نعمت) دوں گا اور اگر تم نے (میری نعمت پر) ناشکری کی تو اچھی طرح سمجھ لینا کہ میرا عذاب بہت سخت ہے۔

شکر سے نعمت میں زیادتی

شکر کرنے پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے نعمت کی زیادتی کا وعدہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمت ہے کہ انھوں نے ہمیں حضراتِ محدثین کے مبارک علمی سلسلے سے وابستہ رکھا ہے، اسی کے شکر کے لیے دو رکعت مزید پڑھنا چاہیے؛ بلکہ ''صَلوٰةُ الشُّکر'' کے ساتھ دل میں شکر کے احساسات بھی ہوں اور زبان سے بھی بار بار اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

’’صلوۃ الحاجۃ‘‘ بھی پڑھنی چاہیے

نیز دو رکعت ’’صلوۃ الحاجۃ‘‘ بھی پڑھ لیں، ’’مشکوٰۃ شریف‘‘ میں آپ لوگوں نے ’’دعائے حاجت‘‘ بھی پڑھی ہے اُس کو بھی پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے رہیں کہ: اللہ تعالیٰ دورۂ حدیث کا یہ مبارک سال اپنے فضل سے آسان فرمائیے! پورے سال صحت و تندرستی بھی باقی رکھیے! ورنہ اللہ نہ کرے! بیماریاں آجاتی ہیں تو اسباق سے محروم ہوجاتے ہیں؛ اس لیے اللہ تعالیٰ سے خصوصی دعاؤں کا اہتمام ہو، اسباق کی پوری پوری پابندی ہو اور اسباق سے غیر حاضری نہ ہو۔

بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، ابوداؤد شریف، نسائی شریف، ابنِ ماجہ شریف، طحاوی شریف، مؤطین شریفین، شمائل شریف، ان سب حدیث کی کتابوں میں قرآنِ مجید کی آیات اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیثِ مبارکہ، حضراتِ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور حضراتِ محدثین رحمۃ اللہ علیہم کے اقوال موجود ہیں، اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کا سمجھنا ہمارے لیے آسان فرمادے۔

لہٰذا ’’صلوۃ الحاجۃ‘‘ بار بار پڑھو، کم سے کم ہفتے میں ایک بار جمعرات یا جمعہ کو ضرور پڑھو اور دعا کرو کہ: اے اللہ! آپ کے نیک بندے: حضراتِ محدثین نے قرآن کی آیتیں، احادیثِ مبارکہ، صحابۂ کرامؓ کے اقوال وغیرہ جمع کیے ہیں وہ سب ہمیں سمجھا دیجیے اور اس پر عمل کرنا بھی آسان فرمادیجیے۔

حدیث شریف پڑھنے کے آداب

حدیث شریف پڑھنے کے متعلق یہ ایک اہم عنوان ہے، فارسی کا مشہور مقولہ ہے:

"با ادب بانصیب"؛ یعنی آدمی جو چیز ادب کے ساتھ حاصل کرتا ہے تو اس میں آدمی کا نصیب روشن اور اس کی تقدیر کھل جاتی ہے، آدمی خیر اور بھلائی کا ایک بڑا حصہ حاصل کر لیتا ہے؛ اس لیے جو چیز ادب کے ساتھ حاصل کی جاتی ہے اس میں خیر، بھلائی، برکت اور رحمت آجاتی ہے۔

ادب کی برکت سے ایمان کی دولت اور دنیا میں جنت کا مشاہدہ

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ: فرعون کے جادوگر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مقابلے کے لیے میدان میں جمع ہوئے تو چوں کہ وہ تمام جادوگر فرعون کے لوگ تھے، اسی نے ان کو پیسے اور انعام کی لالچ سے بلایا تھا؛ اس لیے اگر وہ چاہتے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم کرتے کہ: اے موسیٰ! پہلے آپ اپنا جادو دکھائیے؛ لیکن ان لوگوں نے ترتیب یہ اپنائی کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کرنے لگے:

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ﴿۱۱۵﴾ (الاعراف)

ترجمہ: وہ (جادوگر) کہنے لگے: اے موسیٰ! یا تو (جو تم ڈالنا چاہتے ہو) تم ڈالو یا (ہم کو جو ڈالنا ہے) ہم ڈال دیتے ہیں۔ (از: تیسیر القرآن)

اِس آیت سے ایک ادب مستنبط کیا گیا ہے کہ جادوگر فرعون کے سرکاری لوگ تھے اِس کے باوجود انھوں نے اللہ تعالیٰ کے نبی کا ادب کیا؛ کیوں کہ جب یہ میدان میں آئے تب ہی ان لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیشانی دیکھ کر سمجھ لیا تھا کہ یہ ہمارے جیسا جادوگر آدمی نہیں ہے، اس کے ساتھ کوئی غیبی مدد ضرور ہے۔ اسی کے پیشِ نظر انھوں نے ادب کا اظہار کیا اور اس ادب کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اسی میدان میں ان سب

جادوگروں کو ایمان کی دولت سے مالا مال کر دیا؛ بلکہ تفسیری روایت کے مطابق انھوں نے جنت کا مشاہدہ بھی کرلیا؛ یعنی وہ لوگ سجدے میں گر گئے اور سجدے میں جنت کا مشاہدہ ہوا۔

وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ (الاعراف)

ترجمہ: اور (اس واقعہ سے) جادوگروں کو سجدہ میں گرا دیا گیا ﴿۱۲۰﴾ وہ (جادوگر لوگ) کہنے لگے: ہم تو (تمام) عالموں کے رب پر ایمان لے آئے ﴿۱۲۱﴾ جو موسیٰ (علیہ السلام) اور ہارون (علیہ السلام) کے (بھی) رب ہیں۔

اِس سے یہ نکتہ نکالا ہے کہ یہ سب ادب کی برکت تھی، ایک کافر آدمی اگر کسی نبی کا ادب کرے اور اللہ تعالیٰ اس کو ایمان کی دولت عطا فرما دے اور جنت کا مشاہدہ بھی کروا دے تو بھائیو! اگر ہم بھی ادب سے علم حاصل کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نوازیں گے۔

مجلسِ حدیث؛ مجلسِ قرآن بھی ہے

یہ ''علمِ حدیث'' قرآنِ مجید سے جڑا ہوا ہے کہ قرآن ایک گلاب ہے اور حدیث اس کی خوشبو، قرآن ایک متن ہے اور حدیث اس کی شرح، یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں، قرآن کے الفاظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے اور حدیث شریف کے الفاظ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے جاری ہوئے؛ لہٰذا یہ فنِ حدیث؛ بڑا شریف اور بڑا برکت والا فن ہے؛ اس لیے جو مجلس حدیث شریف کی ہوگی وہ من وجہٍ قرآنِ مجید کی بھی مجلس کہلائے گی اور ائمۂ حدیث بھی خصوصاً حضرت

امام بخاریؒ بہ کثرت قرآنِ مجید کی آیتیں ذکر فرماتے ہیں، سب سے پہلے ترجمۃ الباب جو لائے ہیں وہ قرآن کی آیت سے شروع فرمایا ہے اور آخری باب میں بھی قرآنِ مجید کی آیت لائے ہیں۔

ادب کی برکت سے نورانیت اور رحمت

اس لیے اگر ہم علمِ حدیث کو آداب کی رعایت کرتے ہوئے حاصل کریں گے تو ہمارے علم اور عمل میں ان شاء اللہ! بہت ہی نورانیت، رحمت، خیر وبرکت حاصل ہوگی۔

ہمارے اسلاف کے یہاں آداب کی بڑی اہمیت تھی۔

ادب زیادہ محبوب تھا علم سے

امام ابنِ شِہاب زُہریؒ بہت بڑے عالم اور جلیل القدر محدث گزرے ہیں، آپ کا نام ''مدونینِ حدیث شریف'' میں سب سے اول آتا ہے، وہ فرماتے ہیں:

كُنَّا نَأْتِي الْعَالِمَ، فَمَا نَتَعَلَّمُ مِنْ أَدَبِهِ أَحَبُّ اِلَيْنَا مِنْ عِلْمِهِ. (تاریخ الاسلام: ۵/۵۰۹)

ترجمہ: ہم عالم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، سو جو ادب ہم ان سے سیکھتے تھے وہ ہمیں ان کے علم سے زیادہ محبوب تھا۔

ابنِ شہاب زہریؒ کا یہ مقولہ ہم سب کے لیے نصیحت کا سامان ہے۔

شیطان کا مزین دھوکا

آج جو ہمارے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ ادب کیا ہے؟ فرض ہے؟ واجب ہے؟ نہیں، تو پھر کیوں اس کا اتنا خیال رکھا جاوے؟ استغفر اللہ!

میرے پیارو! یہ شیطان کا ایک مزین دھوکا ہے، جب اہلِ علم اور علم سے تعلق رکھنے والوں کے دل ودماغ میں اِس طرح کی بات آتی ہے تو پھر دنیوی علم حاصل کرنے والوں کا کیا پوچھنا! وہ کبھی بھی ادب کو اہمیت کی نگاہ سے نہیں دیکھیں گے۔

امام ابنِ وَہبؒ کا ارشاد

امام مالکؒ کے شاگرد: ابنِ وہبؒ فرماتے ہیں:

مَا نَقَلْنَا مِنْ أَدَبِ مَالِكٍ أَكْثَرُ مِمَّا تَعَلَّمْنَا مِنْ عِلْمِهِ.(سیر اعلام النبلاء:۸/۱۱۳)

امام مالکؒ سے ہم نے جتنا ادب سیکھا وہ ان سے حاصل کیے ہوئے علم کے مقابلے میں زیادہ ہے۔

علم سے پہلے ادب

عزیزو! علم ادب سے آتا ہے؛ اس لیے اگر ادب ہوگا تو علم حاصل ہوگا، ایک مرتبہ ایک قریشی نوجوان حضرت امام مالکؒ کی خدمت میں علم حاصل کرنے کے واسطے حاضر ہوا، حضرت امام مالکؒ نے اپنی علمی فراست سے اندازہ لگا لیا کہ اس میں ادب کی کمی ہے تو فرمایا:

يَا ابْنَ أَخِيْ! تَعَلَّمِ الْأَدَبَ قَبْلَ أَنْ تَتَعَلَّمَ الْعِلْمَ . (حلیة الاولیاء:۶/۳۳۰)

اے بھتیجے! علم سیکھنے سے پہلے ادب سیکھ لو۔

ادب میں کوتاہی کی وجہ سے دو مہینے کے لیے سبق بند

امام عبد الرحمٰن بن مہدیؒ بڑے جلیل القدر محدّث ہیں، ان کے ایک شاگرد: عبد الرحمٰن بن عمرو فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ ہم اپنے استاذِ محترم عبد الرحمٰن بن مہدیؒ

سے علم حاصل کر رہے تھے کہ کسی بات پر ایک طالبِ علم کو ہنسی آ گئی، آپ نے پوچھا کہ: کون ہنس رہا ہے؟ وہ طالبِ علم خاموش رہا، آپ نے کئی مرتبہ پوچھا؛ مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

چناں چہ اس موقع پر ایک بے ادبی تو یہ ہوئی کہ درس گاہ میں استاذ کے سامنے وہ طالبِ علم بلا وجہ ہنسا اور دوسری بے ادبی یہ ہوئی کہ استاذ کے بار بار پوچھنے پر بھی اس نے بتلایا نہیں کہ ہنسنے والا میں ہی تھا۔ دوسرے طلبہ نے سوچا کہ استاذ کے کئی مرتبہ پوچھنے کے باوجود اب بھی اگر ہم نہیں بتلائیں گے تو ہم بھی قصور وار ٹھہریں گے؛ اس لیے انھوں نے بتا دیا کہ: فلاں طالبِ علم ہنس رہا تھا، حضرت عبد الرحمٰن بن مہدیؒ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور دو مرتبہ فرمایا:

تَطْلُبُ الْعِلْمَ وَأَنْتَ تَضْحَكُ؟ لَاحَدَّثْتُكُمْ شَهْرَيْنِ. (حلية الاولياء:۶/۳۳۰)

تم علم حاصل کرتے ہوئے ہنس رہے ہو؟ تمھاری اِس بے ادبی کی وجہ سے دو مہینے تک پوری جماعت کا سبق بند رہے گا۔

ادب کے بارے میں ہمارے اکابر کے ارشادات

① حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ فرماتے تھے کہ: ادب دین کے لیے ایک بنیادی چیز ہے، ادب جتنا بڑھتا چلا جائے گا دین اتنا ہی مضبوط ہوتا چلا جائے گا اور ادب جتنا کم ہوتا چلا جائے گا دین اتنا ہی کمزور ہوتا چلا جائے گا۔

② حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ: جس کی زندگی میں ادب نہ ہو اس سے اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہوتے ہیں اور مخلوق بھی ناراض رہتی ہے۔

③ شیخ علی ہجویریؒ ''کشف المحجوب'' میں فرماتے ہیں کہ: جس شخص کی زندگی میں ادب نہ ہو وہ کسی بھی درجے میں اللہ تعالیٰ کا ولی نہیں ہوسکتا۔

④ علامہ ابن القیمؒ ارشاد فرماتے ہیں:

اَلْأَدَبُ هُوَ الدِّينُ كُلُّه. ادب سراپا دین ہے۔

⑤ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ: اگر میرے سامنے ایسے شخص کا ذکر کیا جائے جسے اگلوں اور پچھلوں کا علم دیا گیا ہو؛ لیکن وہ ادب سے محروم رہا ہو تو اس کی ملاقات نہ ہونے پر مجھے افسوس نہیں ہوگا؛ لیکن اگر مجھے ایسے شخص کے بارے میں اطلاع ملے جس کے پاس ادب ہے (چاہے علم بہت اعلیٰ درجے کا نہ ہو) تو مجھے اس سے ملنے کی تمنا بھی ہوگی اور اس سے ملاقات نہ ہونے پر افسوس بھی ہوگا۔

بہرحال! ادب اور علم کا ایک دوسرے کے ساتھ بڑا گہرا ربط اور کامل تعلق ہے؛ اس لیے حدیث شریف کے حصول کے لیے چند موٹے موٹے بنیادی آداب آپ کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میرے لیے اور آپ کے لیے اِن آداب پر عمل کرنا آسان فرمائے اور ان آداب کی برکتوں سے دنیا اور آخرت میں مجھے اور آپ کو مالا مال فرمائے۔

آداب کی دو قسمیں ہیں

ادب دو طریقے کا ہوتا ہے: (۱) ظاہری ادب (۲) باطنی ادب۔

اصل باطنی ادب ہے

آج کل جب ادب کا لفظ بولا جاتا ہے تو عموماً لوگ اسے ظاہری ادب سمجھتے ہیں، ظاہری ادب بھی بہت اچھی چیز ہے؛ لیکن اصل تو باطنی ادب ہے، مثال کے طور پر لوگ بادشاہوں اور حکّام وغیرہ کا بھی بہت ادب کرتے ہیں؛ لیکن اِس ادب کا تعلق ظاہر سے ہے کہ جب تک وہ اس منصب پر ہے وہاں تک لوگ ادب کریں گے، جیسے ہی یہ لوگ منصب سے ہٹ جائیں گے لوگ ادب کرنا چھوڑ دیں گے؛ بلکہ یہ بھی بہت ممکن ہے کہ جو لوگ ان کا ادب کرتے تھے وہی لوگ ان کو گرفتار کر کے جیل میں بٹھا دیں؛ لہٰذا اصل ادب باطنی ادب ہے؛ کیوں کہ علمِ حدیث کی عظمت اور اس کے ادب کا تعلق باطن سے ہے کہ ہم باطن سے، دل و دماغ سے علمِ حدیث کی عظمت اور اس کا ادب اپنے اندر پیدا کریں۔

جتنی بھی باطنی چیزیں ہیں وہ باہر سے نظر نہیں آتیں؛ لیکن یہی اصل ہوتی ہیں، مثلاً درخت کی ٹہنیاں؛ پھول، پھل وغیرہ ظاہر میں ضرور نظر آتے ہیں؛ لیکن اس کی جڑ نہیں دکھائی دیتی؛ حالاں کہ وہی اصل ہے، اگر درخت کی جڑ اندر سے سڑ جائے تو اوپر بھی سب سوکھنا شروع ہو جائے گا اور جڑ زندہ رہے گی تو اوپر بھی سب ہرا بھرا نظر آئے گا، اسی طرح جتنے بھی باطنی آداب ہیں وہ باہر سے نظر نہیں آتے جب کہ وہی اصل ہیں، اِس سے معلوم ہوا کہ اصل ادب باطنی ادب ہے اور باطنی ادب کی بڑی اہمیت ہے!!

باطنی آداب

اس لیے پہلے حدیث کے باطنی آداب ذکر کیے جاتے ہیں۔

پہلا ادب: حدیث شریف کی عظمت

سب سے پہلا ادب ''عظمت'' ہے، جس کا تعلق باطن اور دل سے ہے؛ یعنی اِس علمِ شریف کی عظمت ہمارے دل ودماغ میں موجود ہو کہ ایک بڑا عظیم علم ہم سیکھنے جارہے ہیں۔

آج عظمت نہ ہونے کی وجہ سے ہم نے اِس علم کی صحیح قدر نہیں کی، آدمی کسی چیز کی قدر اس وقت کرتا ہے جب اس کے دل میں اس چیز کی عظمت ہوتی ہے اور جب عظمت نہیں ہوتی تو پھر قدر بھی نہیں ہوتی، مثلاً ایک آدمی سونے (GOLD) کو بڑی عظمت سے دیکھتا ہے تو اس کی قدر کرتا ہے، اس کو سنبھال کر رکھتا ہے اور اس کی پوری حفاظت کرتا ہے؛ گویا عظمت اور قدر دونوں کا آپس میں جوڑ ہے؛ اس لیے اس علم کی عظمت ہمارے دل میں ہونا بہت ضروری ہے۔

عظمت کی پہلی دلیل: اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت

حدیث کے مضامین اور مطالب اللہ تعالیٰ کے یہاں سے آئے ہیں اور الفاظ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی مبارک زبان سے جاری ہوئے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝۳ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝۴ (النجم)

ترجمہ: اور نہ وہ اپنے نفس کی خواہش سے کچھ بولتے ہیں ﴿۳﴾ وہ تو ایک وحی ہے جو (ان کی طرف) بھیجی جاتی ہے۔

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَه۝۱۹ (القيامة)

ترجمہ: پھر اس (کے معانی اور مطالب) کو کھول کر بتانا ہماری ذمے داری ہے۔

گویا قرآنی آیتوں کی وضاحت اور تفسیر جو حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی لسانِ اقدس وزبانِ مبارک سے جاری ہوئی وہ بھی من جانب اللہ ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ اس علمِ شریف کی عظمت کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے۔

عظمت کی دوسری دلیل: حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس سے نسبت

عظمت کے لیے یہ استحضار بھی بہت بڑی چیز ہے کہ احادیثِ مبارکہ کا سلسلہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس سے جُڑا ہوا ہے اور حضور ﷺ کی ذاتِ بابرکت ہمارے لیے اللہ کی ذات کے بعد سب سے زیادہ عظمت والی ہے؛ اس لیے اس فنِ حدیث کی عظمت کے لیے حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی نسبت کا تصور بھی بہت مفید ہے۔

عظمت کی تیسری دلیل: حضرت جبریل علیہ السلام سے نسبت

اللہ تعالیٰ کے یہاں سے جب یہ علوم حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے پاس آئے تو بہت سی مرتبہ واسطہ حضرت جبریل علیہ السلام بنے:

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝۱۹۲ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ۝۱۹۳ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ. (الشعراء)

ترجمہ: اور یقیناً وہ (قرآن) تو تمام عالموں کے رب ہی کا اتارا ہوا ہے، تمھارے دل پر ایک امانت دار فرشتہ (حضرت جبریل علیہ السلام) اس (قرآن) کو لے کر اترا ہے؛

تاکہ تم ڈرانے والے رسولوں میں شامل ہو جاؤ۔ (از: تیسیر القرآن)

حضرت جبریل علیہ السلام بھی سراپا نور، عظمت اور بزرگی والے ہیں۔

اور ایک قول کے مطابق سورۂ نجم کی اِن آیتوں کے مصداق حضرت جبریل امین علیہ السلام ہیں:

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝۵ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۝۶ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝۷

ترجمہ: ایک مضبوط طاقت والا (فرشتہ) ان کو سکھلاتا ہے، جو زور والا ہے، پھر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا، اور وہ آسمان کے اونچے کنارے پر تھا۔ (از: تیسیر القرآن)

حضرت جبریل علیہ السلام کتنے مقدس فرشتے ہیں جن کے اوصاف، کمالات اور خوبیاں باری تعالیٰ نے قرآن میں ذکر فرمائی اور یہ سعادت کیا کم ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام جیسے مقرب فرشتے واسطہ بنے۔

عظمت کی چوتھی دلیل: حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے نسبت

عظمت کی ایک دلیل یہ ہے کہ: حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ان علوم کو امّت تک پہنچانے کے لیے حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی وہ مقدس جماعت واسطہ بنی جن کی ایک ایک ادا اللہ تعالیٰ کو بہت پیاری لگتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ. (الفتح:۱۸)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ (ان) ایمان والوں سے خوش ہو گئے جب کہ وہ تم سے (ایک) درخت کے نیچے (جہاد میں جم کر رہنے پر) بیعت کرنے لگے۔

ان حضرات نے درخت کے نیچے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبارک ہاتھ پر بیعت فرمائی تو اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ اللہ تعالیٰ نے اسے قرآن میں ذکر فرما دیا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؕ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ. (الفتح:۲۹)

ترجمہ: محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جو لوگ (یعنی صحابہ) ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلے میں سخت اور آپس میں (ایک دوسرے کے لیے) رحم دل ہیں، تم ان کو دیکھو گے (کبھی) رکوع میں ہیں (کبھی) سجدے میں ہیں (خلاصہ یہ ہے کہ) وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور خوشنودی کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں، ان کی علامت سجدوں کے اثر (یعنی تاثیر) سے اُن کے چہروں پر (صاف ظاہر ہو رہی) ہیں۔

دیکھیے! اللہ تعالیٰ اِس مقدس جماعت کے کمالات کو قرآن میں بیان فرماتے ہیں اور اگر ان سے کوئی چوک ہو جائے تو اللہ تعالیٰ بہ راہِ راست ان کی اس غلطی پر معافی کا اعلان فرما دیتے ہیں، اِس سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کتنی مقدس ہے اور کمال تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کو بعد والی امت کے لیے معیار بنا دیا، کہ بعد والی امت اگر ایمان لائے تو ان کے جیسا ایمان لائے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ. (البقرۃ:۱۳)

ترجمہ: تم لوگوں (یعنی کامل مؤمن صحابہ رضی اللہ عنہم) کے ایمان لانے کی طرح ایمان لے آؤ۔ (از: تیسیر القرآن)

یعنی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جیسا ایمان لاؤ تو تمھارا ایمان معتبر ہے۔

یہ ہمارے لیے عظمت کی بہت بڑی دلیل ہوگئی کہ یہ علوم حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نورانی واسطے سے اس امّت کو مل رہے ہیں۔

عظمت کی پانچویں دلیل: تابعین وتبعِ تابعین کی نسبت

پھر حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے جنھوں نے یہ علم حاصل کیا وہ تابعین کی جماعت ہے، تابعین سے جنھوں نے یہ علم حاصل کیا وہ تبعِ تابعین کی جماعت ہے، جن کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زبان سے سند دی گئی:

خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِيْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ.(متفق علیہ)

ترجمہ: میری امت میں سب سے بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے زمانے کے ہیں، پھر وہ جو اُن کے قریب ہوں، پھر وہ جو ان کے قریب ہوں۔

سبحان اللہ! جس مقدس جماعت کو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''خیر'' ہونے کا اعزاز عطا فرمایا اور جو ان علوم کے ہم تک پہنچنے کا واسطہ اور ذریعہ بنی، اور قرآن میں بھی اشارتاً ان کا ذکر ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ.(التوبۃ:۱۰۰)

ترجمہ: اور وہ مہاجرین اور انصار جنھوں نے (ایمان کی دعوت قبول کرنے میں) سب سے پہلے سبقت کی اور جن لوگوں نے نیکی کے ساتھ ان کی اتباع کی، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگئے اور وہ لوگ بھی اللہ تعالیٰ سے راضی ہوگئے۔ (از: تیسیر القرآن)

اِس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ جنھوں نے مہاجرین اور انصار کی صحیح معنوں میں اتباع کی؛ لہٰذا تابعین اور تبعِ تابعین کی جماعت بھی اس میں شامل ہے۔

عظمت کی چھٹی دلیل: ائمۂ حدیث کی نسبت

پھر ان کے بعد یہ علوم جن ائمۂ حدیث اور جن راویوں کی برکت سے ہم تک پہنچے ہیں، جیسے حضرت امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام ابوداوٗدؒ وغیرہ، یہ تمام بڑے بڑے ائمۂ حدیث ہیں۔

یہ سب ائمۂ حدیث اور تمام رواتِ حدیث بھی ماشاء اللہ! علم وعمل، دیانت و اخلاص، صلاح وتقویٰ، اتباعِ سنت، عشقِ الٰہی اور عشقِ نبوی سے معمور تھے۔

گویا یہ بھی عظمت کی ایک بڑی دلیل ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ اتنی ساری پاکیزہ نسبتوں کے ساتھ جو علوم ہمیں پہنچے ہیں ان علم کی عظمت ہمارے دلوں میں ہونی چاہیے، عظمت ہوگی تو ہمارے لیے اس علم کو پڑھنا آسان ہوجائے گا۔

حدیث کے ادب میں امام مالکؒ کا عجیب واقعہ

مؤطا امام مالک کے شروع میں یہ واقعہ آپ پڑھیں گے، حضرت عبد اللہ ابنِ مبارکؒ فرماتے ہیں کہ: امام مالکؒ ایک مرتبہ حدیث کا درس دے رہے تھے، اِس دوران سولہ مرتبہ بچھو نے آپ کو کاٹ لیا؛ لیکن آپ نے درس جاری رکھا، ڈنک کی تکلیف کی وجہ سے آپ کا رنگ بدل جاتا تھا؛ لیکن اپنے طرزِ عمل میں ذرا بھی تبدیلی نہیں آئی، جب درس سے فارغ ہوئے تو ابنِ مبارک نے دریافت فرمایا کہ: حضرت! آج درس کے دوران میں نے آپ کی وہ حالت دیکھی جو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی، اس وقت آپ نے بچھو کے کاٹنے کا واقعہ بیان کیا اور فرمایا کہ: عظمت وجلالِ نبوی

نے مجھے اِس بات پر مجبور کیا کہ میں برابر حدیث پڑھاتا رہوں اور اس تکلیف پر صبر کروں۔

کیسی عظمت ان کے دل میں ہوگی کہ بچھوڈنک مار رہا ہے، اس کے زہر کا اثر بھی ہورہا ہے جس کی وجہ سے سخت تکلیف ہورہی ہے، پھر بھی حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کی عظمت کی وجہ سے آپ نے حدیث کے درس کو نہیں روکا اور حدیث شریف پوری عظمت کے ساتھ لوگوں کو سکھاتے رہے۔اسی کو ''عظمت'' کہتے ہیں۔

بس! اسی عظمت کے ساتھ اس علم کو حاصل کریں گے تو ان شاء اللہ! بہت کچھ حاصل ہوگا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان علومِ شرعیہ دینیہ کی عظمتِ کامل کا استحضار مکمل طور پر عطا فرمائے اور اس کی قدر نصیب فرمائے۔

دوسرا ادب: محبت

دوسرا باطنی ادب یہ ہے کہ: ہم لوگ علمِ حدیث سے محبت پیدا کریں، ان احادیثِ مبارکہ میں قرآن کی آیات بھی ہیں، اسی طرح احادیث کی کتابوں میں اقوالِ صحابہ بھی ہوتے ہیں اِن سب مقدس چیزوں سے ہمیں محبت ہونی چاہیے۔

محبت کی وجہ کیا ہے؟ قرآنِ مجید اللہ کا کلام ہے، احادیث حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زبان سے نکلی ہوئی باتیں ہیں، ہم کو اللہ تعالیٰ سے اور حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اقوال واعمال سے محبت ہونی چاہیے، اسی طرح اس علمِ حدیث سے بھی محبت ہونی چاہیے۔عربی کا مقولہ ہے:

حُبُّكَ الشَّيْءِ يُعْمِيْ وَيُصِمْ.

ترجمہ: کسی چیز کی محبت آدمی کو اندھا بہرا بنادیتی ہے۔

یعنی انسان کو کسی سے محبت ہوتی ہے تو اس کے پیچھے وہ اندھا، بہرا ہو جاتا ہے۔

غرض یہ کہ اِس علمِ شریف سے ہمیں محبت ہوگی تو ہم دیوانے بن کر اس کے پیچھے محنت کریں گے اور اس کے حصول اور اس پر عمل کی کوشش کریں گے۔

اِسی طرح انسان کو جب کسی چیز سے محبت ہوتی ہے تو اس کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے، جیسے ہم کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ .(البقرۃ:۱۶۵)

ترجمہ: اور ایمان والے اللہ تعالیٰ ہی سے سب سے زیادہ محبت رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے ہم قرآن سے بھی محبت کرتے ہیں؛ اس لیے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور جو اس کلام کو پڑھے گا وہ بھی اللہ کا محبوب ہو جائے گا، اِسی طرح حدیث شریف سے محبت اس لیے ہے کہ یہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام ہے۔

یاد رکھو! حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق اور محبت کے بغیر حدیث شریف کے علم کی برکت حاصل نہیں ہوتی ہے، حدیث شریف کے الفاظ بغیر عشق و محبت کے بھی حاصل ہو جائیں گے؛ لیکن حدیث کا جو اصل لُبِّ لباب، مغز اور روحانیت ہے وہ عشق و محبت کے بغیر کبھی بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔

آج دنیا میں بہت سارے غیر مسلموں نے اسلامی علوم کو گہرائی سے حاصل کیا ہے، ریسرچ (Research) کیا ہے؛ علمِ حدیث میں PHD کیا ہے؛ لیکن ان کے دل میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور عشق نہیں ہے؛ اس لیے حدیث کا ظاہری علم ان کو فائدہ نہیں دیتا۔

جب بخاری شریف جلدِ اول پہلی مرتبہ ’’حضرت الاستاذ شیخ الحدیث مولانا اکرام

علی صاحب بھاگلپوریؒ‘‘ سے پڑھی تھی تو وہ اس مضمون پر ایک شعر پڑھا کرتے تھے، بہت ہی پیارا شعر ہے، آپ بھی اس کو یاد کرلو:

بے عشق محمد کے جو پڑھتا ہے بخاری	اسے آتا ہے بخار، آتی نہیں بخاری

یعنی حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور عشق کے بغیر جس نے بخاری پڑھی تو ظاہری علم کی کچھ ترقی تو مل جائے گی؛ لیکن اصل بخاری شریف اور حدیث شریف کی برکات اور روحانیت اس کو حاصل نہیں ہوگی، یہ بہت ہی اہم باطنی ادب ہے۔

تیسرا ادب: نیت کی درستگی

اِس علمِ شریف کے حصول کے لیے تیسرا ادب نیت کا درست ہونا ہے، ہم بخاری شریف کی پہلی حدیث ان شاء اللہ! پڑھیں گے، اُس میں یہی تصحیحِ نیت کا سبق ہے، اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہوجائے، ہماری آخرت بن جائے، یہ اصل نیت ہے۔

بدنیتی اور بے نیتی

میرے استاذِ محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری -نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ- ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ: نیت میں ایک چیز سوئے نیت؛ یعنی بُری نیت ہے اور ایک چیز ہے: بے نیتی اور لانیتی؛ یعنی کوئی نیت ہی نہیں ہے۔

اِس زمانے میں بُری نیت والے بھی ہوں گے؛ لیکن بے نیت والے زیادہ ہیں اور جس طرح بری نیت نقصان کرتی ہے اسی طرح بے نیتی بھی نقصان کرتی ہے۔

بے نیتی کا مطلب یہ ہے کہ جیسے شوال کا مہینہ شروع ہوگیا تو معمول کے مطابق مدرسہ چل دیے کہ ہمیں دورۂ حدیث تک تو مدرسے میں جانا ہی ہے، والدین نے روانہ

کر دیا اور ہم آ گئے۔ مدرسہ کیوں آئے؟ کیا نیت ہونی چاہیے؟ اِس کا کوئی استحضار نہیں، یہی بے نیتی بہت سوں میں پائی جا رہی ہے۔

پہلی نیت: اللہ تعالیٰ کی رضامندی

اس لیے ہمیں نیت کا استحضار ہونا چاہیے کہ ہم کیوں علم حاصل کر رہے ہیں؟ ہم اپنی جوانی کا قیمتی سرمایہ لگا رہے ہیں؛ اس لیے سب سے پہلے یہ نیت ہو کہ میرے اللہ مجھ سے راضی ہو جائے:

اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿٢٠﴾ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ﴿٢١﴾. (اللیل: ۲۰)

ترجمہ: اس کا مقصد تو صرف اپنے رب کی خوشی حاصل کرنا ہے جن کی شان سب سے اونچی ہے، اور یقین رکھو کہ ایسا شخص عنقریب خوش ہو جائے گا۔ (از: تیسیر القرآن)

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے، یہ ہماری بنیادی نیت ہونی چاہیے۔

آپ حضرات ابوداؤد شریف میں ایک حدیث پڑھیں گے اور مشکوٰۃ شریف میں بھی یہ روایت پڑھ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغٰى بِهِ وَجْهُ اللهِ عَزَّوَجَلَّ لَا يَتَعَلَّمُهُ إِلَّا لِيُصِيْبَ بِهِ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا، لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ. (يَعْنِي رِيْحَهَا) يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (ابوداؤد)

جو علم اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے حاصل کیا جاتا ہے، اگر کوئی اس علم کو دنیا کے لیے حاصل کرتا ہے تو اس کو جنت کی خوشبو بھی حاصل نہیں ہوگی۔

اب یہ شرعی اور دینی علوم ہیں، قرآن وحدیث کے علوم ہیں، ان کو دنیا کی خاطر اگر کوئی حاصل کرے تو اس کو جنت کی خوشبو بھی حاصل نہیں ہوسکتی؛ چہ جائے کہ اس کو جنت مل جائے؛ لہٰذا سب سے پہلی نیت یہ ہو کہ میں اپنے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتا ہوں۔

دوسری نیت:
علم حاصل کر کے اللہ کی مرضی والی زندگی گذاریں گے

دوسری نیت یہ ہو کہ: میں مسلمان ہوں، اللہ کا بندہ ہوں، اللہ میرے خالق و مالک ہیں، اللہ تعالیٰ کی مرضی والی زندگی گذارنا میرے لیے لازم ہے، جیسے کوئی نوکر کسی کے یہاں ملازمت کرتا ہے، اب اگر وہ نوکر اپنے مالک کی خوشنودی کا کام کرے گا تو اس کو اپنی ملازمت میں ترقی ملے گی اور فائدہ بھی ہوگا، اگر اس کا مالک کچھ اور چاہے اور نوکر کچھ اور کام کرے تو اس کو ترقی نہیں ملے گی، اسی طرح ہمارے خالق و مالک، ہمارے اللہ ہیں، وہ اللہ ہم سے کیسی زندگی چاہتے ہیں؟ یہ ہمیں اس علم کے ذریعے سیکھنا ہے اور ہم اِس علم سے ہمارے خالق و مالک کی مرضی والی زندگی سیکھیں گے اور اسی کے مطابق ہم اپنی زندگی بنائیں گے۔

اب ہمارے خالق و مالک ہم سے کیسی زندگی چاہتے ہیں وہ ہمیں کیسے پتہ چلے گا؟ یہ ہمیں قرآن وحدیث کے ذریعہ سے پتہ چلے گا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے کیسے افعال، اعمال، ارادے، عزائم، خیالات اور افکار چاہتے ہیں؛ لہذا علم کے حصول کے لیے دوسرے نمبر کی نیت یہ ہو کہ: جس اللہ نے مجھے پیدا کیا وہ ہم سے کیسی زندگی چاہتے ہیں وہ ہم اِس علم سے سیکھیں گے اور اس کے مطابق اپنی زندگی بنائیں گے۔

جیبی ڈائری

میں آپ تمام بھائیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ: ایک اچھی قسم کی جیبی ڈائری خرید کر ہمیشہ جیب میں رکھیے، ساتھ میں قلم بھی رکھیے، ایسے تو قرآنِ مجید کی ہر ہر آیت

اور ہر ہر حدیث ہماری زندگی کے لیے مشعلِ راہ ہے؛ لیکن بہت سی باتیں وہ آئیں گی جن پر ہمیں فوری طور پر عمل شروع کرنا ہے تو ایسی باتوں کو ہم ڈائری میں نوٹ کرلیں اور فوراً عمل شروع کردیں اور پھر اس ڈائری پر وقتاً فوقتاً نظر کرتے رہیں؛ تاکہ ہمارا عمل تازہ اور جاری رہے، مثلاً: کسی حدیث شریف میں کوئی خاص سنت پڑھی یا کوئی خاص عمل یا وظیفہ پڑھا یا کوئی خاص گناہ چھوڑنے کی بات پڑھی تو اس کو اپنی ڈائری میں مختصر نوٹ کرلیں اور اس ڈائری کو کبھی کبھی دیکھتے رہیے، یہ ڈائری زندگی بھر اپنے پاس رکھیے تو ان شاءاللہ! بہت سارے اعمال ہماری زندگیوں میں زندہ ہوں گے اور بہت سارے گناہ چھوٹ جائیں گے۔

تیسری نیت: خود سیکھ کر دوسروں تک پہنچائیں گے

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوسروں تک دین پہنچانے کی ذمّے داری اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی گئی ہے:

يَا اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤاُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ. (المائدہ:٦٧)

ترجمہ: اے رسول! (محمد ﷺ) جو (کلام یا احکام) تم پر تمھارے رب کی طرف سے اتارا گیا وہ (تمام لوگوں کو) پہنچادو۔ (از: تیسیر القرآن)

اور یہی ذمّے داری حجۃ الوداع کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم اور پوری امّت کو سپرد فرمائی:

بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ اٰيَةً.

ترجمہ: مجھ سے نقل کرو گرچہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ قرآن کی آیتوں میں حروفِ مقطعات ہیں، جیسے ''نٓ''

یہ بھی ایک آیت ہے، اسی طرح ''قٓ'' یہ بھی ایک آیت ہے، مطلب یہ ہے کہ دین کی ایک چھوٹی سی بات بھی تم جانتے ہو تو اس کو دوسروں تک پہنچادو۔

دین کی باتوں کے متعلق تین بنیادی مقاصد

دین کی باتوں کے یہی تین مقاصد ہوتے ہیں:

① خود سیکھنا اور سمجھنا۔

② اس پر عمل کرنا۔

③ تمام انسانوں تک اس کی دعوت پہنچانا۔

وفدِ عبدالقیس والی روایت سے بھی دین کی باتوں کے یہی مقاصد معلوم ہوتے ہیں:

عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ: إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ أَتَوْا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَنِ الْوَفْدُ أَوْ مَنِ الْقَوْمُ؟ قَالُوْا: رَبِيْعَةُ. فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ أَوْ بِالْوَفْدِ، غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامٰى. قَالُوْا: إِنَّا نَأْتِيْكَ مِنْ شُقَّةٍ بَعِيْدَةٍ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هٰذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ، وَلَا نَسْتَطِيْعُ أَنْ نَأْتِيَكَ إِلَّا فِيْ شَهْرٍ حَرَامٍ، فَمُرْنَا بِأَمْرٍ نُخْبِرُ بِهِ مَنْ وَرَائَنَا نَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ.

فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ: أَمَرَهُمْ بِالْإِيْمَانِ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَحْدَهُ، قَالَ: هَلْ تَدْرُوْنَ مَا الْإِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَحْدَهُ؟ قَالُوْا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَإِقَامُ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءُ الزَّكٰوة وَصَوْمُ رَمَضَانَ وَتُعْطُوا الْخُمُسَ مِنَ الْمَغْنَمِ.الخ

قال: اِحْفَظُوْهُ وَاَخْبِرُوْهُ مَنْ وَرَاءَكُمْ.

وفي رواية: احفظوهن وأبلغوهن من وراءكم.(البخاري:٧٢٦٦)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: وفدِ عبدالقیس آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: مرحبا ہے اُس قوم کو جو نہ رسوا ہوئی اور نہ شرمندہ (یعنی خوشی سے مسلمان ہو گئے، لڑ کر مسلمان نہیں ہوئے جس سے ان کو ذلت یا ندامت ہوتی)۔

انھوں نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ! ہمارا ملک بہت دور ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان مُضَر کے مشرکین کی آبادیاں ہیں، صرف اشہرِ حرم میں (یعنی رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم جن میں عرب لوٹ مار کو حرام جانتے ہیں) ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں؛

اس لیے آپ ہم کو ایسا جامع اور مختصر عمل بتلا دیجیے جس کے کرنے سے ہم جنت میں داخل ہو سکیں اور اہلِ شہر کو بھی (یعنی جو یہاں نہیں آسکے اور وہاں وطن میں ہیں) اسی کی دعوت دیں۔

جامع عمل

آپ ﷺ نے فرمایا: چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں:

① اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

② نماز قائم کرو۔

③ زکوٰۃ ادا کرو اور مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ اللہ کے لیے ادا کرو۔

④ رمضان کے روزے رکھو۔

اِس حدیث شریف میں ان الفاظ پر خاص دھیان دیا جاوے کہ وفدِ عبدالقیس کے لوگوں نے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کی بات سکھانے کی درخواست کی،

اس میں یہ اہم مقاصد عرض کیے:

ہم خود عمل کر کے جنت میں داخل ہوں اور ہمارے جو بھائی یہاں نہیں آسکے ہیں وہ بھی ہمارے ذریعے ان باتوں کو سیکھ کر عمل کریں اور جنت میں داخل ہونے والے بنیں۔

نیز خود آگے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی یہی ارشاد فرمایا:

اِحْفَظُوْهُ وَاَخْبِرُوْهُ مَنْ وَرَائَكُمْ.

انھیں یاد کرلو اور دوسروں کو بھی ان سے باخبر کرو۔

جس سے معلوم ہوا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اہم مقاصد یہی بیان فرمائیں۔

الغرض! حصولِ علم کے لیے تیسری اور اہم نیت اشاعتِ دین کی ہے جو کہ ہماری ذمّے داری ہے۔

یہ تین اہم اور بڑی نیتیں ہونی چاہیے، ایک: اللہ تعالیٰ کی رضا، دوسری: اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کی مرضی والی بنائیں اور تیسری: دوسروں تک اللہ تعالیٰ کا دین پہنچائیں۔

روزانہ صبح نیت کا استحضار کرلینا چاہیے

روزانہ صبح سویرے نیت کا استحضار کرلیا کریں؛ کیوں کہ یہ درسِ حدیث اور درسِ قرآن کا جامع حلقہ ہے اور درسِ قرآن پر بہت ساری فضیلتیں ہیں، مغفرت اور رحمت کا نزول، نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکینت کا ملنا اور ملائکہ کے سامنے تذکرہ، یہ سب فضائلِ قرآن اور حدیث کے ہیں۔

حضرت شیخ زکریاؒ نے فضائلِ اعمال میں یہ حدیث نقل کی ہے:

عن أَبي هريرة رضي الله عنه أَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِيْ

بَيْتٍ مِنْ بُيُوْتِ اللهِ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللهِ وَيَتَدَارَسُوْنَ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيْمَنْ عِنْدَهُ.

ترجمہ: حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہوکر قرآن کی تلاوت کریں، اس کا دور کریں، ایک دوسرے کا قرآن سنیں اور سنائیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکینہ نازل ہوتی ہے، اللہ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے، رحمت کے فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور حق تعالیٰ شانہ ان کا تذکرہ ملائکہ کی مجلس میں کرتے ہیں۔

اگر گھر سے نکلتے وقت یہ نیت کرکے نکلیں کہ علم حاصل کرنے کے لیے میں مدرسہ جارہا ہوں تو حصولِ علم پر جو فضائل ہیں وہ سب ان شاء اللہ! ہمیں حاصل ہوں گے۔

درسِ قرآن کے حلقے اور درسِ حدیث کی مبارک مجلس میں شرکت کریں گے تو یہ تمام اجروثواب ان شاء اللہ! حاصل ہوگا۔

حدیث کی مجلس روحانی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلسِ مبارک ہے

جب ہم حدیث شریف کی مجلس میں بیٹھیں تو یہ تصور ہونا چاہیے کہ گویا ہم حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبتِ اقدس اور مبارک مجلس میں بیٹھے ہیں، جس طرح صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مقدسہ میں مجلسِ اقدس کے انوار اور برکات حاصل کرتے تھے، ہمیں آج صحیح سندوں کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوالِ مبارکہ پڑھنے کو مل رہے ہیں؛ گویا ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں ہیں: لہٰذا ایک بات یہ کہی جاتی ہے:

أَهْلُ الْحَدِيْثِ هُمْ أَهْلُ النَّبِيِّ	وَإِنْ لَمْ يَصْحَبُوْا نَفْسَهُ أَنْفَاسَهُ صَحِبُوْا

(كتاب جمع الوسائل في شرح الشمائل لملا علي القاري)

یعنی حدیث پڑھنے اور پڑھانے والے، حدیث کا شغف رکھنے والے نبی ﷺ کے گھر کے لوگ ہیں، اگرچہ ان کو زندگی میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی صحبت نہیں مل سکی؛ مگراب وہ روحانی اور معنوی طور پر حضور ﷺ کی صحبت میں ہیں۔

روحانی تعلق

بعض بزرگوں نے کشف کے عالم میں دیکھا کہ جتنے لوگ دنیا میں صحیح اصولوں اور اخلاص کے ساتھ حدیث شریف پڑھتے پڑھاتے ہیں وہ ایک روحانی کڑی اور رسّی سے مدینہ منورہ میں قبرِ اطہر میں قلبِ اقدس سے جڑے ہوئے ہیں، جیسے اس مسجد کی لائٹ تار کے ذریعہ بجلی گھر (پاور ہاؤس) سے جڑی ہوئی ہوتی ہے، پورے شہر میں جتنی بھی لائٹیں ہیں وہ تار کے ذریعے پاور ہاؤس (Power house) سے جڑی ہوتی ہیں، اسی طرح دنیا میں جہاں کہیں بھی حدیث شریف کی مجلس ہوتی ہے وہ لوگ گویا ایک روحانی تعلق (connection) کے ذریعے مدینہ منورہ میں قبرِ اطہر کے ساتھ منسلک اور جڑے ہوئے ہیں۔

حضور ﷺ کی خواب میں زیارت

اسی لیے جن کے قلوب صاف ستھرے اور پاکیزہ ہوتے ہیں ان کو درسِ حدیث کے دوران حالتِ بیداری میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوجاتی ہے۔

جامعہ ڈابھیل کے دوسرے مہتمم: حضرت مولانا احمد بزرگ سملکیؒ کی یہ بات بہت ہی مشہور ہے اور کتابوں میں چھپی ہے کہ وہ حدیث شریف کے سبق کے درمیان بیداری میں حضور ﷺ کی زیارت کرلیا کرتے تھے۔

میرے پیر و مرشد حضرت مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ سے جب ہم نے مشکوٰۃ شریف شروع کی تو دوسرے دن صبح حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ: آج رات کوئی خواب دیکھا؟ اُس وقت تو تعجب میں پڑ گیا کہ حضرت کیوں یہ سوال فرما رہے ہیں؟ پھر فرمایا: جاؤ! اپنے ساتھیوں کو پوچھو کہ کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟

اس کے بعد حضرتؒ نے ایک سرد آہ لی اور فرمایا: ہمارے طالبِ علمی کے زمانے میں جب طلبہ حدیث شریف کا سبق شروع کرتے تھے تو بہت سارے طلبہ کو خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جاتی تھی۔

یعنی حدیث شریف کا سلسلہ شروع ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک خاص قسم کا روحانی رشتہ جڑ گیا۔

بہر حال! حصولِ علمِ حدیث کے لیے ظاہری اور باطنی دونوں طرح کے ادب کی بہت ہی زیادہ اہمیت ہے، اس میں سے چند باطنی آداب آپ کی خدمت میں پیش کیے گئے، باطنی آداب کی رعایت کی برکت سے ان شاء اللہ! ہمارا باطن مزکّٰی، مجلّٰی، محلّٰی ہوگا اور ایک نورانی کیفیت ہمیں محسوس ہوگی اور اس نورانی کیفیت کے ساتھ حدیث شریف کا علم حاصل کریں گے تو ہماری روحانیت اور نورانیت میں بھی ان شاء اللہ! خوب ترقی ہوگی۔

ظاہری آداب

اب آپ کے سامنے چند ظاہری آداب پیش کیے جاتے ہیں۔

ہماری قوت اور صلاحیت علم حاصل کرنے میں لگنی چاہیے

آج دنیا میں کسی کو قوت اور طاقت مل جاتی ہے تو دولت کمانے میں لگاتا ہے، عہدہ حاصل کرنے اور عزت کمانے میں لگاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو طاقت، قوت اور صلاحیت دی ہے اور جتنے اسباب اور وسائل ہمیں عطا کیے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ نے ہمیں جوانی دی ہے اور بھی دوسری صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں اور دوسری کتنی ساری نعمتیں دی ہیں، اسی طرح جو صاحبِ مال ہیں ان کے پاس مال کی نعمت ہے، جو لکھ سکتے ہیں ان کے پاس لکھنے کی نعمت ہے، غرض! اللہ تعالیٰ نے جو بھی قوت اور صلاحیت ہمیں دی ہے اس کے لیے بہترین مصرف یہ ہے کہ ہم اس کو علمِ دین سیکھنے اور سکھانے میں لگائیں۔

حدیث شریف زبانی یاد کرو

اللہ تعالیٰ نے حافظہ (قوتِ یادداشت) کی ایک نعمت عطا فرمائی ہے، اِس سے قرآن یاد کرو، حدیث شریف یاد کرو، میں رات کو حضرت الاستاذ مفتی سعید صاحب پالنپوری –نَوَّرَ اللہُ مَرْقَدَہٗ– کی تقریر دیکھ رہا تھا، اس میں حضرت نے جو ارشاد فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے:

آج کل طلبہ کا حال یہ ہے کہ ان کا سارا دھیان سبق کی تقریر میں بیان ہونے والے فنّی مباحث پر ہوتا ہے، حدیث شریف کے متن کے ساتھ مناسبت پیدا کرنے کی

کوشش نہیں کرتے؛ حالاں کہ یہ فنی مباحث اصل نہیں ہے، اصل احادیث ہیں۔

دورے سے پہلے کئی حدیث کی کتابیں پڑھنی ہوتی ہیں؛ مگر طلبہ حدیث یاد نہیں کرتے، طلبہ کو کم از کم پانچ سو (۵۰۰) حدیثیں یاد ہونی چاہیے، حدیث شریف کا متن یاد کرو اور اس کا مفہوم اچھی طرح سمجھو، میرا معمول یہ ہے کہ روزانہ سبق شروع کرنے سے پہلے ایک حدیث یاد کرواتا ہوں اور ابتدا اسمائے حسنیٰ سے کرتا ہوں؛ یعنی سب سے پہلے اسمائے حسنی یاد کرواتا ہوں، جب طلبہ کو اسمائے حسنیٰ یاد ہوجاتے ہیں تو میں جو کتاب پڑھاتا ہوں اس میں سے ایک حدیث یاد کراتا ہوں، حفظ کی ہوئی بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے، اگر حدیث یاد نہ ہوتو مطلب آسانی سے سمجھ میں نہیں آتا؛ اس لیے بخاری شریف میں بھی طلبہ کو حدیث یاد کرلینی چاہیے۔ (از: مقدمہ تحفۃ القاری، ج:۱، ص:۳۵)

حضرت مفتی سعید صاحبؒ نے ''محفوظات'' کے نام سے تین چھوٹے چھوٹے حصوں میں حفظِ حدیث کا ایک نصاب بھی مرتب کیا ہوا ہے جس میں چھوٹی چھوٹی حدیثیں ہیں۔

نورانی مکاتب نے بھی ''محفوظات'' نامی کتاب شائع کی ہے، اس میں حضرت الاستاذ کی محفوظات کتاب سے استفادہ کرکے چالیس حدیثیں اور دوسرے مسنون کلمات واَوراد حفظ کے لیے جمع کیے ہیں جو مکاتب کے نصاب کا ایک حصہ ہے۔

الحمد للہ! ہماری جوانی کا حافظہ بہت اچھا ہوتا ہے؛ اس لیے حدیثیں یاد کروگے تو حافظہ والی اللہ تعالیٰ کی نعمت کا کتنا اچھا استعمال ہوجائے گا، جیسے قرآنِ مجید یاد کرلیا، حافظِ قرآن ہوئے، اسی طرح جتنی ہوسکے حدیثیں بھی یاد کرنا چاہیے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو طاقت اور صلاحیت ہے اس کو اس علمِ شریف کے حاصل کرنے میں لگاؤ، یہ حدیث کے آداب میں سے ایک ظاہری اہم ترین ادب ہے۔

ہمارا زیادہ وقت حدیث کے پڑھنے اور مطالعے میں لگنا چاہیے

ہمارا یہ سال تو ایسا گزرنا چاہیے کہ نیند میں ہوں یا بیدار ہر وقت ہمارے ذہن اور دل و دماغ میں اقوالِ رسول و اعمالِ رسول ہی کی دھن لگی ہوئی ہو۔

میں جس زمانے میں جامعہ ڈابھیل میں اور بعد میں دارالعلوم دیوبند پڑھتا تھا اس زمانے میں دورۂ حدیث شریف کے سال میں ایک عجیب ماحول تھا کہ جس استاذ کے پاس پہلا گھنٹہ ہوتا وہ استاذ وقت سے آدھا گھنٹہ پہلے ہی سبق شروع کر دیتے؛ یعنی فجر کی نماز کے تھوڑی دیر کے بعد سبق شروع ہوجاتا تھا اور سبق مسلسل چار گھنٹے جاری رہتا، پھر جن کا چوتھا گھنٹہ ہوتا وہ استاذ چھٹی کا وقت ہونے کے بعد بھی ایک یا پون گھنٹہ تک پڑھاتے، پھر چھٹی ہوتی اور کھانا کھا کر تھوڑی دیر قیلولہ کرتے، پھر ظہر کے بعد فوراً سبق شروع ہوجاتا، چھٹے گھنٹے والے استاذ عصر تک سبق پڑھاتے، پھر مغرب کے بعد ڈیڑھ سے پونے دو گھنٹے تک سبق ہوتا تھا اور عشا کے بعد بھی سبق ہوتا۔

پہلے سن رکھا تھا اور ابھی مشفقِ محترم داعی الی اللہ حضرت اقدس مولانا ابراہیم صاحب دیولہ دامت برکاتہم العالیہ سے بھی اس کی تصدیق ہوگئی کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی –نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ– بھی بخاری شریف جلدِ ثانی عشا کے بعد ہی پڑھایا کرتے تھے، دن میں بخاری شریف ثانی کا گھنٹہ نہیں ہوا کرتا تھا۔

خلاصہ یہ کہ صبح سے رات تک سبق سبق، ہر وقت یہی مشغلہ! اور دورۂ حدیث کی درس گاہ میں رات کے وقت جا کر دیکھو تو دو ڈھائی بجے تک طلبہ تکرار و مطالعہ میں ہوتے؛ بلکہ تہجد کے وقت بھی پڑھتے نظر آتے، گویا ہر وقت یہی مشغلہ ہوتا۔

گویا ہمارا ہر وقت اِس علمِ شریف کے پیچھے لگنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے مال کی نعمت عطا کی ہو تو اس سے کتابیں خریدنی چاہیے

اسی طرح ہمارے پاس پیسے ہوں تو اس سے بہترین شروحات، اچھے نسخے والی کتابیں خریدیں تو یہ مال والی نعمت کی قدر ہو جائے گی؛ چونکہ بعض کتابیں بہت زیادہ مہنگی آتی ہیں۔

میرے استاذ و مرشد حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ سے سنا کہ جب حضرت حج کے لیے تشریف لے گئے تو اس وقت حضرت کے پاس اتنی فراوانی نہیں ہوتی تھی؛ اس لیے حضرت مکہ میں چوبیس گھنٹے میں صرف ایک بار کھانا کھاتے تھے، باقی زم زم کے پانی سے گزارا کر لیتے تھے اور کھانے اور ناشتے کے پیسے بچا کر وہاں سے ایسی ضروری کتابیں خرید لاتے تھے جو ہندوستان میں نہیں مل سکتی تھیں، ہمارے اکابرین کے ایسے بہت سارے واقعات اور بھی ہیں:

أُوْلٰئِكَ اٰبَائِيْ فَجِئْنِيْ بِمِثْلِهِم	إِذَا جَمَعَتْنَا يَاجَرِيْرُ! الْمَجَامِعُ

حصولِ علم کی حرص اصلی حرص ہے

حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ جو چیز تم کو نفع پہنچائے اس کی حرص اور لالچ رکھو اور لالچ اور حرص کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو، عاجز اور کمزور ہو کر مت بیٹھ جاؤ۔

علم حاصل کرنے کی حرص اپنے اندر پیدا کرو، یہ اصلی اور صحیح حرص ہے۔

دوسرا ظاہری ادب: محنت کرنا

عربی کا مشہور شعر ہے:

وَمَنْ طَلَبَ الْعُلٰی سَهِرَ اللَّيَالِيْ	بِقَدْرِ الْكَدِّ تُكْتَسَبُ الْمَعَالِيْ
يَغُوْصُ الْبَحْرَ مَنْ طَلَبَ اللَّآلِيْ	تَرُوْمُ الْعِزَّ ثُمَّ تَنَامُ لَيْلًا
أَضَاعَ الْعُمْرَ فِيْ طَلَبِ الْمُحَالِ	وَمَنْ رَامَ الْعُلَا بِغَيْرِ كَدٍّ

ترجمہ: محنتوں کے بقدر اونچے مرتبے ملا کرتے ہیں اور جو اونچے مقام و مرتبے کے خواہش مند ہوتے ہیں وہ راتوں کو جاگا کرتے ہیں۔

تم عزت چاہتے ہو اور راتوں میں (بے خبر) سوتے رہتے ہو! (جان لو کہ) جنھیں موتیوں کی طلب ہوتی ہے وہ گہرے سمندروں میں غوطے لگایا کرتے ہیں۔

اور جس نے بغیر مشقت کے کامیابی پانا چاہی، اس نے اپنی عمر ایک ناممکن کام میں ضائع کر دی۔

یعنی جتنی محنت کروگے اس کے حساب سے اعلیٰ مقام حاصل ہوگا، راتوں کو بیدار رہنا پڑے گا، محنت اور جدو جہد کرنی پڑے گی؛ گویا محنت ذریعہ ہے اور محنت کرتے وقت اچھی نیت کرو، اس پر بھی اللہ تعالیٰ ثواب عطا فرمائیں گے۔

یہ دنیا والے دنیوی کاموں میں محنت کرتے ہیں، جب کہ ان کی محنت کامیاب ہوگی یا رائیگاں جائے گی اِس کی کوئی ضمانت اور گارنٹی نہیں ہے؛ لیکن ہماری محنت میں اجر و ثواب کا ملنا یقینی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾ (النجم)

ترجمہ: اور یہ کہ انسان کو صرف اپنی کوشش کا بدلہ ہی ملتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ اور علم کی حرص

ہمارے اسلاف علم کے ایسے حریص تھے کہ اگر ان کو پتا چل جاتا کہ فلاں جگہ کوئی بڑے عالم رہتے ہیں تو ان کے پاس جلد از جلد پہنچنے کی کوشش کرتے؛ تاکہ علم حاصل کر سکیں۔ حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ اُن مقدس ہستیوں میں سے ہیں جنھیں قرآنِ کریم کا ایک بہت بڑا حصہ بہ راہِ راست اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملا ہے؛ لیکن علم کے اتنے حریص تھے کہ فرماتے ہیں: اُس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے! قرآنِ کریم کی ہر سورت کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ کہاں نازل ہوئی؟ اور ہر آیت کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی؟ لیکن اس سب کے باوجود اگر مجھے کسی کے بارے میں معلوم ہو جاتا کہ وہ قرآن کا مجھ سے بڑا عالم ہے اور اس تک پہنچنا ممکن ہے تو اس تک ضرور پہنچتا۔

دو بزرگوں کی ملاقات نہ ہونے پر حضرت امام شافعیؒ کا افسوس

ہمارے بزرگوں کا حال یہ تھا کہ اگر وہ کسی مجبوری کی وجہ سے اپنے زمانے کے کسی بڑے عالم تک نہ پہنچ پاتے تو وہ اس پر افسوس کا اظہار کرتے رہتے۔

امام شافعیؒ کتنے بڑے امام تھے! اس کے باوجود وہ لیث بن سعدؒ اور ابنِ ابی ذئبؒ کے بارے میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ: ان دونوں کی ملاقات نہ ہونے پر مجھے جتنا افسوس ہے اتنا کسی اور کی ملاقات نہ ہونے پر افسوس نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ دونوں بڑے جلیل القدر علما تھے اور ان کے دور میں رہتے ہوئے بھی آپ ان سے ملاقات نہیں کر سکے تھے۔

علامہ سعدالدین تفتازانیؒ کا واقعہ

شرحِ تہذیب اور مختصر المعانی میں علامہ سعدالدین تفتازانیؒ کا واقعہ سنا ہوگا کہ پہلے وہ بہت ہی کند ذہن تھے؛ بلکہ ان کے استاذ: عضدالدین کے حلقۂ درس میں ان سے زیادہ غبی کوئی نہیں تھا؛ لیکن خوب محنت کرتے تھے، دعا بھی کرتے تھے، اور کتابوں کے مطالعے میں سب سے آگے تھے۔

ایک مرتبہ انھوں نے خواب دیکھا کہ ایک اجنبی آدمی ان سے کہہ رہا ہے کہ: سعدالدین! چلو تفریح کر کے آئیں۔ انھوں نے کہا کہ: میں تفریح کے لیے نہیں پیدا کیا گیا ہوں، کتابوں کا اتنا زیادہ مطالعہ کرتا ہوں اور محنت کرتا ہوں پھر بھی مجھے کتاب سمجھ میں نہیں آتی تو تفریح کے لیے جاؤں گا تو کیا حشر ہوگا! وہ شخص یہ سن کر چلا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد پھر آیا اور وہی سوال و جواب ہوئے، اسی طرح تین مرتبہ آنے جانے کے بعد آخری مرتبہ میں اس نے کہا کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو یاد فرما رہے ہیں۔

علامہ سعدالدین فرماتے ہیں کہ: میں گھبرا کر اٹھا اور ننگے پاؤں چل پڑا، شہر سے باہر ایک جگہ کچھ درخت تھے، وہاں جا کر دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ساتھ وہاں تشریف فرما ہیں، مجھے دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے اور ارشاد فرمایا کہ: ہم نے تم کو بار بار بلایا اور تم نہیں آئے؟

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ بلا رہے ہیں، اس کے بعد میں نے اپنے ذہن کے کمزور ہونے کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اپنا منہ کھولو، میں نے منہ کھولا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعابِ دہن میرے منہ میں ڈال دیا اور دعا کی، پھر فرمایا کہ: جاؤ۔

خواب سے اٹھنے کے بعد دوسرے دن جب آپ اپنے استاذ کے سبق میں حاضر ہوئے تو سبق کے درمیان استاذ کو کئی اشکالات کیے، ساتھی تو یہ سمجھے کہ یہ سب بے معنی ہیں؛ لیکن استاذ سمجھ گئے اور فرمایا:

یَاسعدُ!إِنَّكَ الْيَوْمَ غَيْرُكَ فِيْمَا مَضٰى .

آج تم وہ نہیں ہو جو اس سے پہلے تھے۔

امام غزالیؒ کا واقعہ

اسی طرح حضرت امام غزالیؒ بھی حصولِ علم کے لیے گئے تو شروع میں تو بالکل نہیں چل پائے، مایوس ہو کر واپس جا رہے تھے کہ راستے میں ایک جگہ دیکھا کہ گلہری کا ایک بچہ اونچی جگہ پر چڑھنے کی کوشش کرتا تھا؛ لیکن گر جاتا، پھر کوشش کرتا پھر گر جاتا؛ مگر اس نے اپنی کوشش اور محنت نہیں چھوڑی، جب انھوں نے یہ دیکھا تو دل میں کہنے لگے کہ: یہ ایک جانور ہو کر محنت نہیں چھوڑتا تو میں تو اشرف المخلوقات میں سے ہوں پھر میں کیوں محنت چھوڑوں؟

بس! اسی چیز نے امام غزالیؒ کو واپس مدرسہ پہنچایا، تب جا کر وہ امام غزالیؒ بنے۔

اللہ تعالیٰ کبھی چھوٹے جانوروں کے ذریعے سے بھی راہ نمائی فرماتے ہیں، کیسی عجیب قدرت ہے!!

اس لیے ہمیں بھی کبھی محنت نہیں چھوڑنا چاہیے۔

محنت سے راستے کھلتے ہیں

محنت کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں وعدہ فرمایا ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَـنَهْدِيَنَّهُمْ سُـبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِـنِيْنَ ۝۶۹

(العنکبوت)

ترجمہ: اور جن لوگوں نے ہمارے واسطے محنت کی، ہم ان کو ہمارے راستوں پر ضرور پہنچا دیں گے اور یقیناً اللہ تعالیٰ تو نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔ (از: تیسیر القرآن)

فائدہ: دین کی خاطر محنت کی برکت سے اللہ تعالیٰ حق کی طرف رہبری فرماتے ہیں، خاص کر جہاں حق و باطل میں التباس ہو وہاں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو حق پر چلاتے ہیں اور جنت کی منزل بھی آسان ہو جاتی ہے۔

جو لوگ علم پر عمل کرنے میں محنت کرتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ دوسرے علوم منکشف فرماتے ہیں اور عمل بھی آسان ہو جاتا ہے۔ (حاشیہ از: تیسیر القرآن)

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ کی ایک عجیب نوازش پر غور کرنا چاہیے کہ ''جَاهَدُوْا'' کا صیغہ بغیر کسی تاکید کے ہے اور ''لَـنَهْدِيَنَّهُمْ'' کا صیغہ لام اور نونِ ثقیلہ کی تاکید کے ساتھ ہے، معلوم ہوا کہ اگر چہ ہم کمزور ہیں، ہماری محنت بھی کمزور ہے؛ لیکن ہم ہماری حیثیت کے مطابق عمل کریں، دین کے لیے کوشش کریں، علم حاصل کرنے میں محنت کریں تو اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور راہیں کھولیں گے، دین اور علم کے لیے ہماری محنت کسی بھی درجے میں ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے اوپر تاکید کے ساتھ وعدہ فرما رہے ہیں کہ ان کے لیے راہیں کھولیں گے، یہ کتنی بڑی نوازش ہے!!

بعض مشائخینِ حدیث کے بارے میں سنا کہ طالبِ علمی کے زمانے میں زیادہ ذہین نہیں تھے؛ لیکن ادب اور محنت سے علم حاصل کیا تو وہ ''شیخ الحدیث'' اور ''صدر مفتی'' بنے، یہ سب محنت اور ادب سے علم حاصل کرنے کی برکت تھی؛ اس لیے خوب محنت کرو۔

تکرارِ احادیث

ظاہری آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ سستی نہیں ہونی چاہیے، یہ ہمارا حدیث شریف کا سال ہے، اس میں تکرارِ روایت بھی ہوگی، بخاری شریف میں بھی کئی روایات کا مضمون مکرّر ہے، پھر یہ کہ صحاحِ ستہ، موطین، شمائلِ ترمذی اور شرح معانی الآثار یہ کل دس کتابیں ہمیں پڑھنی ہے، ان میں روایات کا تکرار تو ہوگا؛ اس لیے اکتاہٹ اور سستی بالکل نہ ہو کہ فلاں کتاب کی تقریر میں نے سن لی تھی اب یہاں سو جاؤ! دو چار جھونکے مارلو! ایسا ہرگز نہ ہو؛ اس لیے کہ ہر حدیث کی اپنی برکت ہوتی ہے، ہر کتاب کے مؤلف کا طرز الگ ہے اور افہام وتفہیم کے اعتبار سے ہر استاذ کا انداز الگ ہوتا ہے اور ہم جانتے ہیں:

اِذَا تَكَرَّرَ تَقَرَّرَ.

یعنی ایک ہی چیز بار بار بولو یا سنو تو دل ودماغ میں جم جاتی ہے۔

اور تکرار کا مفہوم بھی یہی ہے کہ ایک ہی چیز بار بار بولو؛ اس لیے سستی اور اکتاہٹ کے بغیر پوری محنت کے ساتھ اس علم کو حاصل کرو۔

یہ چند ظاہری آداب ہوئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِن آداب کی پوری پوری رعایت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور پورے اکرام، احترام اور عشق کے ساتھ اس علم میں شغل اور محنت کی توفیق عطا فرمائے۔

باوضو پڑھنے کا اہتمام

ایک اہم ادب ہے باوضو سبق پڑھنے کا اہتمام کرنا؛ اس لیے کہ وضو نور ہے اور علم

بھی نور ہے، یہ دونوں جمع ہوں گے تو ان شاء اللہ! اجتماع النورین ہوگا! اور انوار و برکات بہت زیادہ بڑھ جائیں گے۔

حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ سنِ شعور میں پہنچنے کے بعد کبھی کسی کتاب کو بغیر وضو کے ہاتھ نہیں لگایا۔ یہ مقولہ سنتے وقت یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیے کہ بالغ ہونا بعد میں ہوتا ہے اور سنِ شعور پہلے ہوتا ہے، تقریباً آٹھ، نو سال کی عمر میں شعور پیدا ہو جاتا ہے، اس کے بعد بلوغ کی عمر آتی ہے۔

حضرت شیخ زکریاؒ کا واقعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ نے اپنا واقعہ لکھا ہے کہ ہم نے جس سال دورۂ حدیث پڑھا تو میں نے یہ طے کر لیا تھا کہ ان شاء اللہ! کوئی حدیث بھی استاذ کے بغیر نہیں پڑھوں گا اور حاضری کا اہتمام کروں گا کہ کوئی سبق یا حدیث کا حصہ چھوٹنے نہ پائے، میرے ایک ساتھی (مولوی حسن احمد) تھے انھوں نے بھی یہی عہد کر رکھا تھا؛ لیکن اب ظاہر ہے انسان ہے اور دورۂ حدیث میں یہ ہوتا ہے کہ صبح سے جو پڑھنے بیٹھتے ہیں تو بعض اوقات چار چار، پانچ پانچ گھنٹے مسلسل سبق میں بیٹھنا پڑتا ہے، درمیان میں طبعی ضروریات بھی پیش آجاتی ہیں، بعض اوقات وضو تازہ کرنے کی ضرورت پیش آجاتی ہے، اگر وضو کرنے گئے اور اتنی دیر میں دو چار حدیثیں نکل گئیں تو مقصد حاصل نہیں ہوتا۔

فرماتے ہیں: میں نے اپنے ساتھی سے معاہدہ کر لیا تھا کہ جب مجھے تازہ وضو کرنے کی ضرورت پیش آئے گی تو میں تمھیں اشارہ کروں گا اور تم ایسا کرنا کہ جب میں اٹھ کر جاؤں تو اتنی دیر میں استاذ سے کوئی ایسا سوال کر لینا کہ اس کے نتیجے میں استاذ اس

کا جواب دینے میں لگ جائیں اور اگر وہ جلدی ختم ہو جائے تو پھر کوئی اور سوال کر لینا؛ تا کہ جتنا میرا وقت ضوکرنے میں گزر رہا ہے وہ سوال و جواب میں گزر جائے اور جب میں واپس آؤں تو پھر حدیث شروع ہو جائے۔

کہتے ہیں کہ: ہم ایسا ہی کرتے رہتے تھے، جب کبھی اس ساتھی کو وضو کی ضرورت پیش آئی تو اس نے مجھے اشارہ کیا، میں نے استاذ سے کوئی سوال کر لیا، وہ جواب دینے میں لگ گئے؛ یہاں تک کہ وہ وضو کر کے آ گیا۔

کافی دنوں تک یہ سلسلہ چلتا رہا، کچھ دن کے بعد استاذ سمجھ گئے کہ یہ انھوں نے آپس میں چکر چلایا ہوا ہے تو کہتے ہیں: ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ میرے ساتھی مولوی حسن احمد کو وضو کی ضرورت پیش آئی، انھوں نے مجھے اشارہ کیا اور اُٹھ کر جانے لگے۔

میں نے سوال کیا کہ: حضرت! آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ علامہ ابنِ ہمام رحمۃ اللہ کی ایک بات نظر سے گزری تھی، اس میں تو یہ اشکال ہے؟ استاذ نے فرمایا کہ: میاں! علامہ ابنِ ہمام کو چھوڑ! وہ تیرا ساتھی وضو کرنے گیا ہے، وہ وضو کر کے آ جائے، میں اتنی دیر میں تمھیں ایک واقعہ سناتا ہوں، میں کہاں تمھارے ابنِ ہمام سے لڑتا رہوں گا!

اِس طرح ان کے عزم کی برکت سے الحمد للہ! سارے دورۂ حدیث میں کسی کتاب کی کوئی ایک حدیث بھی ایسی نہیں گزری جو استاذ کے سامنے نہ پڑھی گئی ہو یا بغیر وضو کے پڑھی ہو، حدیث شریف سے اس طرح محبت وعقیدت کی وجہ سے آپ ''شیخ الحدیث'' بنے ہیں، اس کی برکت دیکھ لو! آپ کا فیض اب تک دنیا میں پھیل رہا ہے۔

لہٰذا دورۂ حدیث کے ہر طالب کی یہ کوشش ہونی چاہیے کہ تمام اسباق میں پابندی سے حاضری ہو، اس سے ان شاء اللہ! احادیث کا فیض اور برکات ظاہر ہوں گی۔

بہر حال! باوضو کتاب اٹھانا، باوضو کتاب پڑھنا، تکرار کرنا، باوضو مطالعہ کرنا، یہ بہت ہی اہم ادب ہے؛ لہٰذا اس کا خوب اہتمام کیا جائے، اگر سبق کے درمیان وضو ٹوٹ جائے تو جلدی جلدی وضو کر کے سبق میں شریک ہوجانا چاہیے، جیسا کہ نماز میں ''بِنا'' کا مسئلہ ہے، ہمارے احناف کے نزدیک سب سے قریب جگہ سے وضو کرے اور کم سے کم وقت میں فارغ ہوجائے، وضو کے لیے آتے جاتے کوئی دنیوی کلام نہ ہو، اسی طرح سبق کے درمیان بھی وضو ٹوٹ جائے تو سب سے قریب وضو کی جگہ سے کم سے کم وقت میں فارغ ہوکر سبق میں شامل ہوجائیں؛ لیکن سبق باوضو ہی پڑھنے کا اہتمام کریں۔

البتہ اگر کسی کو کوئی بیماری ہے تو کم سے کم درجے میں علومِ عالیہ شرعیہ دینیہ کو تو باوضو پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے، مثلاً درسِ قرآن، درسِ حدیث، درسِ فقہ، درسِ عقائد، یہ سب علومِ عالیہ اور شرعیہ ہیں اور اگر منطق، فلسفہ، نحو، صرف جیسے فنون ہوں تو اس صورت میں بیماری کی وجہ سے وضو کے بغیر پڑھ لینے میں ان شاءاللہ! کام چل جائے گا کہ معذور کا معاملہ الگ ہے۔

روزانہ دو رکعت نفل، غسل اور خوشبو کا اہتمام ہو سکے تو کریں

ایک ادب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہو تو اچھے کپڑے، روزانہ غسل، خوشبو اور دو رکعت نفل کا اہتمام کرنا چاہیے۔

حضرت امامِ مالکؒ کا درس بڑا شاندار ہوتا تھا، غسل فرما کر بہترین کپڑے پہنتے اور بہترین خوشبو لگا کر درس شروع فرمایا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ثابت بُنانیؒ کا ادب

میرے بھائیو! ادب کی بڑی اہمیت ہے، جب ثابت بنانیؒ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچ کر اجازت طلب کرتے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ خدمت کرنے والوں سے فرماتے کہ: میرے لیے خوشبو لے آؤ؛ تاکہ میں اپنے ہاتھ پر لگاؤں؛ اس لیے کہ ثابت بنانی ملاقات کے وقت میرے ہاتھ چومے بغیر راضی نہیں ہوں گے، وہ کہیں گے کہ: اس ہاتھ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں کو چھویا ہے۔

یہ حضرت ثابت بنانیؒ کا ادب تھا اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا ادب یہ تھا کہ انھوں نے اللہ کے نبی کے ادب اور محبت کی وجہ سے ہاتھوں کو چومنے والے کے لیے اپنے ہاتھوں کو معطّر کیا۔

حضرت امام بخاریؒ کا اہتمام

حضرت امامِ بخاریؒ تو اس چیز کا اتنا زیادہ اہتمام فرماتے کہ باقاعدہ غسل فرماتے اور دو رکعت استخارہ کی نماز ادا فرماتے، اس کے بعد حدیث شریف کا باب لکھتے، بخاری شریف میں روایات کی تعداد تقریباً نو ہزار چھیاسی (۹۰۸۶) ہیں، اس سے اندازہ ہونا چاہیے کہ انھوں نے کتنی مرتبہ وضو اور غسل کیا ہوگا اور کتنی مرتبہ صلوۃ الاستخارہ پڑھی ہوگی۔

لہذا ہم لوگوں کو کم سے کم دن میں ایک مرتبہ ہی سہی دو رکعت پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے، تقاضا تو یہ تھا کہ ہر حدیث کے وقت دو رکعت، ہر باب کے وقت دو رکعت پڑھتے؛ لیکن ہم سے جتنا ہو سکے اہتمام کرنا چاہیے اور اللہ سے دعا کریں کہ اے اللہ! میرے لیے حصولِ علم کو آسان فرما دیجیے؛ اگرچہ میں اِس قابل تو نہیں ہوں کہ آپ کے

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث شریف پڑھوں یا لکھوں؛ لیکن آپ نے موقع عطا فرمایا ہے تو آپ میرے لیے سہل اور آسان فرما دیجیے۔

لہٰذا آپ لوگ اِس بات کا پختہ ارادہ کریں کہ روزانہ دو رکعت نماز پورے سال مستقلاً اس کتاب کو پڑھنے اور حصولِ علم کی نیت سے پڑھیں گے تو ان شاء اللہ! اس کی نورانیت اور برکتیں ہمیں نظر آئیں گی اور خوشبو لگانے کا اہتمام کرو گے تو اس سے ایک اچھی فضا بنے گی۔ میں نے اپنے بہت سارے بزرگوں کو دیکھا کہ خوشبو کا خوب اہتمام فرماتے تھے۔

حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلویؒ کا اہتمام

بہت پہلے ایک مرتبہ تقریباً مہینہ بھر بستی حضرت نظام الدین دہلی میں قیام رہا، وہاں حضرت مولانا اظہار الحسن کاندھلوی صاحبؒ کے ابوداؤد شریف کے درس میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی، فجر کے بعد فوراً درس شروع ہوتا تھا، آپ نظام الدین مرکز میں نمازوں کے امام بھی تھے، مولانا مرحوم فجر کی نماز پڑھا کر فوراً تازہ غسل فرماتے، پھر نئے یا دھلے ہوئے کپڑے پہن کر ابوداؤد شریف کا درس شروع فرماتے، ایسا بتایا گیا کہ ان کا یہ اہتمام پورا سال گرمی، سردی، بارش ہر موسم میں رہتا ہے۔

صاف ستھرا رہنا چاہیے

لہذا ہم کم سے کم اتنا تو کریں کہ میلے اور گندے نہ رہیں؛ چونکہ ہمارے بعض طلبہ کے لیے میلے رہنا ان کی ایک شناخت بن گئی ہے، یہ عادت اچھی نہیں ہے؛ اس لیے کہ ہم شریف ترین علوم پڑھ رہے ہیں، آپ کو معلوم ہوگا کہ اسکول اور کالج میں پڑھنے

والے طلبہ جب اسکول کالج جاتے ہیں تو کیسے غسل کر کے روزانہ صاف ستھرے کپڑے (Uniform) پہن کر جاتے ہیں! ان کے مقابلے میں ہمارا سلسلہ بہت ہی اعلیٰ اور افضل واشرف ہے؛ اس لیے ہمیں اس کے ظاہری ادب کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے۔

زبان سے عظمت کا اظہار کرنا
اللہ تعالیٰ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ رضی اللہ عنہم، محدثینِ کرام اور دیگر اکابر کا نام تعظیم کے ساتھ لینا چاہیے

ایک ادب ہے زبان سے عظمت کا ظاہر کرنا؛ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام آئے تو اسے ادب سے لیا جائے، جیسے اللہ تعالیٰ، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ، اللہ جل جلالہٗ، اللہ جل شانہٗ، باری تعالیٰ عزّ اسمہ۔

میرا عمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام ادب سے جمع کے صیغے کے ساتھ لیتا ہوں؛ اس لیے آپ بندے کے ''تیسیر القرآن'' (قرآن کے ترجمے) اور اس کے حواشی میں دیکھ لیجیے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کے لیے تقریباً تمام جگہ ادب کا لفظ وصیغہ استعمال ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے جمع کا صیغہ استعمال کرنا

''فتاویٰ محمودیہ'' میں ایک سوال کے جواب میں حضرتؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ:
تعظیم کے لیے ''تم'' اور ''آپ'' بولنا بھی درست ہے، اللہ پاک نے بھی فرمایا:
﴿اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ﴾ اور ﴿اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ﴾ اور ﴿نَحْنُ اَقْرَبُ﴾ وغیرہ۔ (از فتاویٰ محمودیہ، ج:۳، ص:۲۹، مکتبہ میرٹھ)

حضرت الاستاذ مفتی سعید صاحب پالنپوری -نَوَّرَ اللہُ مَرْقَدَہٗ- نے قرآنِ کریم کی تفسیر ''ہدایت القرآن'' میں اکثر جگہ اللہ تعالیٰ کے لیے جمع کا صیغہ استعمال فرمایا ہے۔

درود شریف اور ذکرِ الٰہی کا اہتمام

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک نام بھی پورے ادب کے ساتھ لیا جائے اور یہ مبارک سال ہے کہ ہم حدیث کی برکت سے کثرت سے درود شریف پڑھ سکتے ہیں، حدیث میں آتا ہے:

اَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً. (ترمذی)

یعنی قیامت کے دن حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو کثرت سے درود شریف پڑھنے والا ہوگا۔

اس لیے جب بھی حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامِ نامی اسمِ گرامی آئے تو درود شریف پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے، کم سے کم ''صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' پڑھ لیا جائے اور تھوڑا بلند آواز سے پڑھیں؛ تاکہ جس کے ذہن میں نہ ہو اس کو بھی یاد آجائے۔

اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے کہ آدمی کے دن-رات کے تقریباً تمام اوقات (دورۂ حدیث میں رات کو بھی سبق ہوتا ہے) سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک تذکرہ میں مشغول ہوں، حضرت خواجہ مجذوبؒ فرماتے ہیں:

ان کا ذکر، ان کی تمنا، ان کی یاد	وقت کتنا قیمتی ہے آج کل

یعنی جو اوقات اِس طرح ہوں کہ اُن ہی کا ذکر ہو، اُن ہی کی تمنا، اُن ہی کی یاد ہو، اس سے زیادہ قیمتی وقت کیا ہوگا!

جب یہ نعمت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہوئی ہے تو ایک بات کا اور اہتمام کرو کہ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے تمھاری زبانیں اللہ تعالیٰ کے ذکر: ''سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ أَکْبَرُ '' اور درود شریف سے تر رہے۔

دورۂ حدیث کے سال میں جتنا درود شریف کی کثرت کروگے ان شاء اللہ! اتنی ہی حدیث کی برکتیں حاصل ہوں گی؛ لہٰذا چلتے - پھرتے، اٹھتے - بیٹھتے زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھنے کی عادت ڈالو، سبق کے لیے آؤ تو درود شریف پڑھتے ہوئے آؤ اور جب سبق سے فارغ ہو تو درود شریف پڑھتے ہوئے جاؤ، مسجد جا رہے ہو تو درود شریف پڑھتے رہو، مطبخ میں جا رہے ہو تو درود شریف پڑھتے ہوئے جاؤ۔

غرض! اِس بات کی عادت ڈالو کہ چلتے - پھرتے، اٹھتے - بیٹھتے زبان درود شریف سے تر رہے۔

ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ کے حالات میں لکھا ہے کہ اس زمانے میں لکڑی کے قلم ہوا کرتے تھے جن سے دَوات میں ڈبو کر لکھا جاتا تھا اور قلم بھی چلتے چلتے گِھس جایا کرتے تھے، اس کے لیے ان کو ''قط'' (چاقو سے قلم کا گِھسا ہوا تھوڑا سا حصہ کاٹ لینے کو ''قط'' کہتے ہیں) رکھنا پڑتا تھا۔

حافظ ابنِ حجرؒ تصنیف فرماتے تھے، لکھتے لکھتے قلم گِھس جاتا اور اس کے اوپر قط رکھنے کی ضرورت پیش آتی تو اتنی دیر لکھنے کا کام رُک جاتا؛ چناں چہ جتنی دیر اُن کی تصنیف کا کام رک جاتا اتنے وقت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے لگ جاتے تھے؛ تاکہ یہ

وقت خالی نہ جائے، ان کا کوئی لمحہ بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے خالی نہیں گزرتا تھا، اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان کے کام، اوقات اور ان کے فہم وارشادات میں یہ برکت عطا فرمائی کہ آج صدیاں گزرنے کے بعد بھی ان کے علوم کے دریا بہہ رہے ہیں۔

حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے دعائے رضوان کے فوائد

اسی طرح جب کسی صحابی کا نام آئے تو ان کے لیے دعائے رضوان کریں؛ یعنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں، جیسے: حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ، اِس طرح ادب کے ساتھ نام لیں، ان شاء اللہ! اس کا ضرور فائدہ ہوگا، جس میں سے چند فائدے یہ ہیں:

① باری تعالیٰ کی اتباع: اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ان کے لیے ''رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ'' فرمایا ہے۔

② حدیث میں آتا ہے کہ انسان جب دوسروں کے لیے دعا کرتا ہے تو فرشتے اُس دعا کرنے والے کے لیے دعا کرتے ہیں، جیسے کسی نے دعا کی کہ اے اللہ ''یونس'' کو شفا عطا فرمائیے تو فرشتہ کہتا ہے کہ: اللہ تجھے بھی شفا دے، اسی طرح جب ہم صحابی کے لیے رضوان کی دعا کریں گے تو فرشتے ہمارے لیے بھی دعا کریں گے کہ اللہ تم سے بھی راضی ہوجائے۔

③ صحابی کی عظمت کا اظہار ہوگا کہ ہم نے صحابی کا نام عظمت وادب کے ساتھ لیا۔

④ جب ان کے لیے ہم رضوان کی دعا کریں گے تو عالمِ بالا سے ان کی ارواح ہماری طرف متوجہ ہوں گی۔

دعائے مغفرت ورحمت

اسی طرح تابعین، تبعِ تابعین، ائمۂ حدیث، شرّاحِ حدیث، فقہائے کرام، ائمہ حضرات وغیرہ کے نام کے ساتھ دعائے مغفرت ورحمت بولا جائے، جیسے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ؛ یعنی ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو، بَرَّدَ اللّٰہُ مَضْجَعَہُ؛ یعنی اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو ٹھنڈک والی بنادے، نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ؛ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو منور کردے۔ اِس طرح ادب کے ساتھ نام بولنے کا اہتمام کریں گے تو وہ دعا ہمارے حق میں بھی قبول ہوگی اور فرشتے ہمارے حق میں بھی وہ دعا کریں گے اور عالمِ ارواح سے ان کی روحیں ہماری طرف متوجہ ہوں گی۔

ہمارے اکابر میں سے ایک بزرگ کے متعلق میں نے سنا ہے کہ: کسی نے خواب میں دیکھا کہ حضراتِ صحابہ، حضراتِ تابعین، حضراتِ تبعِ تابعینؒ اور علمائے کرام کی بڑی جماعت ان کے واسطے دعا کررہی ہے، پوچھا گیا کہ: یہ سب حضرات ان کے لیے کیوں دعا کررہے ہیں؟

فرمایا: اس لیے کہ وہ جب بھی ان حضرات کا نام لیتے ہیں تو ان کے لیے دعا کا جملہ بولتے ہیں اور ان حضرات کو وہاں عالمِ آخرت میں دعا پہنچتی ہے تو وہاں وہ بھی ان کے لیے دعا کرتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں بھی ان کے نام کے ساتھ ان کی عظمت ظاہر ہو ایسے جملے بولنے چاہیے۔

اسی طرح جب ہم اپنے اساتذۂ کرام کے نام لیں اس وقت بھی ادب وعظمت کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

آلاتِ علم اور اسبابِ علم کا ادب

ایک اہم بات: آلاتِ علم، ذرائعِ علم اور اسبابِ علم کا ادب ہے۔

ذرائعِ علم میں کتابیں آتی ہیں کہ ان کو باوضو پڑھیں اور انھیں صحیح طریقے سے رکھنے کا اہتمام کریں، ان کتابوں پر گرد وغبار نہ لگنے دیں اور اگر لگ جائے تو اسے صاف کریں اور کتابیں رکھنے کی ترتیب میں ادب کا لحاظ ہو؛ یعنی اوپر نیچے رکھنے کی نوبت آئے تو بخاری شریف سب سے اوپر، پھر مسلم شریف، پھر درجہ بہ درجہ دوسری کتابیں رکھنے کا اہتمام کریں۔

اور جب الگ الگ درجات کی کتابیں جمع ہو جائیں تو پہلے قرآن شریف اور اس کے متعلقات، پھر حدیث شریف اور اس کے متعلقات، پھر فقہ وغیرہ، اِس طرح ترتیب سے رکھیں، مطلب یہ کہ کتابوں کا بھی ظاہری ادب ہونا چاہیے۔

کتابوں کے متعلق ایک اور قابلِ توجہ عمل

ایک اہم بات یہ ہے کہ کتابوں کو فائل (File) نہ بنائیں؛ یعنی خط یا کوئی کاغذ وغیرہ کتاب میں نہ رکھیں، یہ خلافِ ادب ہے۔

نیز اگر کتابیں مدرسے کی ہیں تو اس میں اپنی طرف سے حواشی، ترجمہ، مطلب، نام وغیرہ نہ لکھیں؛ اس لیے کہ یہ کتابیں آپ کے پاس عاریتاً اور امانتاً ہیں۔

ہاں! اگر اپنی ذاتی کتاب ہے تو اس میں درس کے متعلق ضروری وعلمی بات لکھیں، غیر ضروری باتیں نہ لکھیں۔

قرآنِ مجید میں بغیر کسی ضرورت کے اسباق پر قلم سے نشان اور تاریخ وغیرہ لکھنا

مکروہ ہے، البتہ اگر بچوں کے سبق کی یاددہانی کے لیے یہ کرنے کی ضرورت ہو تو نشان لگانے کی گنجائش ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم کراچی)

تپائی، درس گاہ اور ساتھیوں کا ادب

جس تپائی پر ہم کتابیں رکھتے ہیں اور جس درس گاہ میں بیٹھ کر ہم علم حاصل کرتے ہیں اس کا بھی ادب ہو، اسی طرح اپنے سبق کے ساتھیوں کا بھی ادب کرنا چاہیے:

وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ. (النساء:٣٦)

ترجمہ: اور پاس میں بیٹھنے والے کے ساتھ اور مسافر کے ساتھ۔ (از: تیسیر القرآن)

''الصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ'' کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں، اس میں ایک استاذ کے تلامذہ، اسی طرح ایک پیر کے مریدین، ہم درس اور ہم حجرہ ساتھی سب کے حقوق ادا کرنا بھی شامل ہو جاتا ہے۔

صحیح اعراب پڑھنا بھی ادب ہے

حدیث شریف کے آداب میں سے ایک ضروری ادب یہ بھی ہے کہ عبارت صحیح صحیح پڑھی جاوے، قدیم زمانے میں یہ ادب کتابیں بااعراب نہ ہونے کی وجہ سے ذرا مشکل تھا کہ عبارت پڑھنے والے کو نحوی، صرفی تمام باتوں کو سامنے رکھ کر صحیح صحیح عبارت حل کرنا پڑتی تھی؛ لیکن اب کتابوں میں اعراب لگے ہوئے ہوتے ہیں اور عموماً صحیح اعراب والی کتابیں مل جاتی ہیں؛ اس لیے اب یہ ادب آسان ہو گیا ہے۔

لیکن پھر بھی ہمیں محنت کر کے صحیح عبارت حل کرنا چاہیے؛ اس لیے کہ یہ حدیث شریف کا معاملہ ہے، بہت سارے حضراتِ محدثین نے ''مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا

فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ'' کا مصداق ''عبارت کی غلطی'' کو بھی قرار دیا ہے؛ لہٰذا صحیح عبارت پڑھنے کا اہتمام کیا جائے اور اس کے لیے محنت بھی کریں ان شاء اللہ! حدیث شریف کی برکت سے اللہ تعالیٰ زبان پر اعراب آسان فرمادیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی نوازش

یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نوازش ہے کہ جو چند دن محنت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی جانب سے قدرتی طور پر اس کا دماغ صحیح اعراب کی طرف چلنے لگتا ہے؛ اس لیے شروع میں اس کی طرف محنت کرنی پڑے گی اس کے بعد ان شاء اللہ! صحیح اعراب کی عادت ہوجائے گی اور آپ اس کے عادی ہوجائیں گے۔

اِس کا اندازہ سال کے آخر میں ہوتا ہے، جب پورا پورا دن سبق روایتاً پڑھنا پڑتا ہے اور اس وقت پوری عبارت دیکھنے کا موقع بھی نہیں ملتا ہے، اس کے باوجود بعض طلبہ صحیح صحیح عبارت پڑھ لیتے ہیں اور بعض تو بغیر دیکھے بھی پڑھنا شروع کردیتے ہیں، یہ محنت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک انعام ہوتا ہے۔

میرے مشفق حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم کی سبق اور مدرسے کے ساتھیوں کے متعلق ایک اصولی بات

شیخ الحدیث حضرت مفتی احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ سبق اور مدرسے کے ساتھیوں کے متعلق ایک اصولی بات فرمایا کرتے ہیں کہ:

طالبِ علم نہ زیادہ دوستی کرے، نہ دشمنی کرے؛ کیوں کہ دونوں مضر ہیں، اگر دوستی کروگے تو دوستوں کے حقوق ادا کرنے میں ہی وقت ضائع ہوتا رہے گا کہ کبھی اِس نے

آپ کو دعوت دی، گھر لے گیا، ناشتہ کرایا اور کبھی آپ اُس کو لے جائیں گے، اس طرح وقت ضائع ہوتا رہے گا اور دشمنی ایسی چیز ہے کہ جو ذہن کو الجھا دیتی ہے؛ لہٰذا طالبِ علم کے لیے تو بس! سبق، مطالعہ، تکرار اور مذاکرہ وغیرہ تک ساتھی سے تعلق ہو، زیادہ تعلق نہ بڑھایا جائے؛ کیوں کہ جس طالبِ علم نے تعلقات کو محدود رکھا وہ بہت کچھ حاصل کر لیتا ہے اور طالبِ علمی کے زمانے میں جو دوستیوں کے چکّر میں رہتا ہے وہ ظاہری نصاب تو پورا کر لیتا ہے؛ لیکن علم سے جیسا فائدہ اٹھانا چاہیے ایسا فائدہ حاصل نہیں کر سکتا، اس کی طرف بھی خصوصی طور پر دھیان دینا چاہیے۔

بخاری کی روایت میں ہے: حُبِّبَ اِلَیْهِ الْخَلَا.

معلوم ہوا کہ خلوت کی محبت خود ذاتی صلاحیت سے پیدا نہیں ہوتی تھی؛ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ تھا، سو یہ طالبِ علم کے لیے بہت ضروری ہے۔

حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد صاحبؒ کا ملفوظ

حضرت الاستاذ شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب -نَوَّرَ اللهُ مَرْقَدَهُ- نقل فرماتے ہیں کہ: میرے شیخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب -قُدِّسَ سِرُّهُ- فرماتے ہیں کہ: جس نے لوگوں سے دوری اختیار کی اور تنہائی کو پسند کیا وہ اگر ٹھکری بھی ہوگا تو ہیرا بن جائے گا اور جو لوگوں کے ساتھ تعلقات کا خواہاں ہوتا ہے اور یارانہ گانٹھنے کا شوقین ہوتا ہے اگر ہیرا بھی ہوگا تو ٹھکری (بے وقعت) ہو جائے گا۔ (تحفۃ القاری، ج:۱، ص:۱۳۹)

علم اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی عطا ہے

ہمیں یہ بات اچھی طرح ذہن نشیں کر لینا چاہیے کہ علم اللہ تعالیٰ کے غیبی خزانے

سے ملتا ہے، علم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفت ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات علیم ہیں اور قرآنِ کریم میں بھی کئی جگہوں پر باری تعالیٰ کی صفتِ علم کا تذکرہ آیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو جو علم دیا ہے بہت تھوڑا ہے، قرآنِ کریم میں ہے:

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾ (بنی اسرائیل)

ترجمہ: اور تم کو تو بس تھوڑا سا ہی علم دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں مخلوق کا علم

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعے میں بھی یہی بات ہے:

فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلَى سَاحِلِ البَحْرِ، لَيْسَ لَهُمَا سَفِينَةٌ، فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِينَةٌ، فَكَلَّمُوهُمْ أَنْ يَحْمِلُوهُمَا، فَعُرِفَ الخَضِرُ فَحَمَلُوهُمَا بِغَيْرِ نَوْلٍ، فَجَاءَ عُصْفُورٌ، فَوَقَعَ عَلَى حَرْفِ السَّفِينَةِ، فَنَقَرَ نَقْرَةً أَوْ نَقْرَتَيْنِ فِي البَحْرِ، فَقَالَ الخَضِرُ: يَا مُوسٰى! مَا نَقَصَ عِلْمِي وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللهِ إِلَّا كَنَقْرَةِ هٰذَا العُصْفُورِ فِي البَحْرِ. (البخاری:۱۲۲)

ترجمہ: پھر دونوں دریا کے کنارے کنارے پیدل چلے، ان کے پاس کوئی کشتی نہ تھی کہ ایک کشتی ان کے سامنے سے گزری، کشتی والوں سے انھوں نے کہا کہ ہمیں بٹھالو، حضرت خضر علیہ السلام کو انھوں نے پہچان لیا اور بغیر کرایہ کے سوار کرلیا، اتنے میں ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی، پھر سمندر میں اس نے ایک یا دو چونچیں ماریں (اسے دیکھ کر) حضرت خضر علیہ السلام بولے کہ: اے موسیٰ! میرے اور تمھارے علم نے اللہ کے علم میں سے اتنا ہی کم کیا ہوگا جتنا اس چڑیا نے سمندر (کے پانی) سے۔

یعنی میرا اور تمھارا علم دونوں جمع ہو جائے؛ بلکہ تمام نبیوں کا اور تمام فرشتوں کا علم جمع

ہو جائے اور ساری کائنات کا علم جمع ہو جائے تب بھی اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں اتنا ہی ہے جتنا چڑیا کی چونچ میں آنے والا پانی۔

حدیث کے شراح فرماتے ہیں کہ: یہ تو حضرت خضر علیہ السلام نے سمجھانے کے لیے مثال دی تھی؛ ورنہ چڑیا کا پانی اور دریا کے پانی کا تو ناپ ہو سکتا ہے کہ ایک قطرہ سمندر، دریا کے کل پانی کا مثلاً کروڑواں حصہ یا اس سے زیادہ ہو؛ لیکن اللہ کے علم کا کوئی ناپ ہی نہیں ہو سکتا وہ تو لامحدود ہے، اللہ تعالیٰ کے علم اور انسان کے علم میں کوئی تقابل ہو ہی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمایا ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا۝۱۰۹ (الکھف)

ترجمہ: (اے نبی!) تم (لوگوں سے ایسا) کہہ دو: اگر میرے رب کی باتیں لکھنے کے لیے سمندر روشنائی بن جائے تو میرے رب کی باتیں ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جائے گا؛ اگرچہ (اس سمندر کی) مدد کے لیے ایسا ہی (سمندر کا پانی) ہم لے آئیں۔

خود صاحبِ وحی کو علم حاصل کرنے کا حکم دیا گیا

اسی لیے تو خود صاحبِ وحی (یعنی حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جن کو اولین و آخرین کا علم عطا کیا گیا تھا انھیں بھی اِس دعا ''وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا'' (اے اللہ! میرے علم کو زیادہ فرمادے) کے اہتمام کرنے کا حکم دیا گیا۔

ہم تو ان کے امتی ہیں! اِس اعتبار سے ہمیں اللہ تعالیٰ سے کتنا علم مانگنے کی ضرورت ہے ہمیں خود سوچنا ہے؛ اس لیے ہمیں مذکورہ بالا دعا کا کثرت سے اہتمام کرنا چاہیے۔

دعا بھی اور دوا بھی

یہ بات یاد رکھیں کہ دعا اور محنت دونوں کا جوڑ ہے، اگر کوئی صرف محنت کرے اور دعا نہ کرے اور کوئی صرف دعا کرے؛ محنت نہ کرے، یہ دونوں باتیں غلط ہیں؛ کیوں کہ صرف محنت کرے تو اس سے تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس کو اپنی طاقت اور صلاحیت پر بھروسہ ہو گیا ہے اور صرف دعا ہی کرے اور محنت نہ کرے تو اسباب کی اِس دنیا میں محنت کے بغیر کام کیسے ہوگا؟

عبادت کا اہتمام بھی کریں

عبادت کا اہتمام بھی حصولِ علم کے لیے بہت ضروری ہے؛ جیسے نمازوں کی پابندی، سنتوں اور نوافل کا اہتمام، اسی طرح تلاوتِ قرآن وغیرہ کا حصولِ علم کے ساتھ بڑا جوڑ ہے، اگر اِن چیزوں کا اہتمام کیا گیا تو ان شاء اللہ! علم میں چار چاند لگ جائیں گے۔

گناہوں سے بچنا

حصولِ علم کے لیے اپنے آپ کو گناہوں بچانا بہت ضروری ہے، گناہوں کی عادت بہت ہی خطرناک چیز ہے؛ اس لیے بس! ایک بات کا پکّا ارادہ کرلو کہ ہم جن آنکھوں سے حدیث شریف کو دیکھیں گے، قرآنِ پاک پڑھیں گے، اسی طرح جس زبان سے اللہ تعالیٰ کے کلام اور حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے ارشادات کو پڑھیں گے، جس دل سے ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی ﷺ کی باتوں کو سمجھیں گے اور جس دماغ سے اس کو محفوظ کریں گے تو ان آنکھوں سے، کانوں سے، دل ودماغ سے حرام چیزیں نہ بولیں گے، نہ سنیں گے، نہ سوچیں گے اور نہ دیکھیں گے۔

علم کی تعبیر دودھ ہے

گندے برتن میں اچھی چیز بھی خراب ہوجاتی ہے، خاص کر دودھ کے برتن کو خوب مانجھ کر دھونا پڑتا ہے، اس میں ذراسی بھی کمی رہ جانے سے سارا دودھ خراب ہو جاتا ہے، اسی طرح علم کی تعبیر بھی دودھ ہے، نصوص میں بھی یہ تعبیر ملتی ہے؛ چناں چہ انسان کے آنکھ، کان، ناک اور زبان سب حصولِ علم کے واسطے اور ذریعے ہیں اور دل اور دماغ علم کا ایک برتن ہے؛ کیوں کہ علم کو آنکھوں سے مطالعہ کرکے، زبان سے پڑھ کر، کان سے سن کر دل و دماغ میں محفوظ کیا جاتا ہے۔

ظرف کو صاف رکھنا ہوگا تو مظروف صحیح رہے گا

اب کسی کے دل و دماغ میں ہی گناہوں کی گندگی بھری ہوئی ہو تو صحیح اور نفع بخش علم اس میں جمع نہیں ہوسکتا ہے، جس طرح پہلی بارش کے وقت پرنالے سے پانی گرتا ہے تو اس وقت پرنالے کی تمام گندگیاں اس پائپ سے پانی کے ساتھ باہر نکلتی ہیں، اب اگر کوئی کہے کہ: اِس سال کی بارش گندی برس رہی ہے تو لوگ کہیں گے کہ: تیرا دماغ گندا ہوگیا ہے؛ اس لیے تجھے ایسا احساس ہورہا ہے۔

بس! اسی طرح یہ آنکھ، کان، ناک اور زبان دل و دماغ علم کو پہنچانے کے واسطے پائپ ہیں، اب اسی کو ہم گناہ کے ذریعے گندا کرتے رہیں تو اندر جانے والے علم کا کیا ہوگا؟ حضرت امام شافعیؒ کا مشہور شعر ہے:

شَكَوْتُ الیٰ وَكِيْعٍ سُوْءَ حِفْظِيْ	فَاَوْصَانِيْ إِلیٰ تَرْكِ الْمَعَاصِيْ
فَإِنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِنْ إِلٰهِيْ	وَنُوْرُاللهِ لَا يُعْطیٰ لِعَاصِيْ

حضرت امامِ شافعیؒ نے اپنے استاذ: حضرت وکیعؒ سے شکایت کی کہ: میرا حافظہ خراب ہوگیا ہے، کوئی بات یاد نہیں رہتی ہے، تو جواب میں ارشاد فرمایا: کہ بیٹا! گناہ چھوڑ دو؛ کیوں کہ علم اللہ تعالیٰ کا نور ہے اور گنہگار کو اللہ تعالیٰ کا نور نہیں ملتا ہے۔

لہٰذا علم حاصل کرنے کے زمانے میں خاص طور پر گناہوں سے بچنے کا خوب اہتمام کرنا چاہیے۔

علم حاصل کرنے میں شرم وحیا اور تکبر نہ ہو

علم کے سلسلے میں ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ اس کے حصول کے لیے شرم وحیا نہ ہو اور تکبر نہ ہو؛ کیوں کہ بعض مرتبہ سبق کے درمیان کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تو طالبِ علم شرم کی وجہ سے استاذ سے پوچھنا بھی ادب کے خلاف سمجھتا ہے، جب کہ یہ ادب نہیں ہے، غفلت اور سستی ہے اور بے کار کی حیا اور شرم ہے جو یہاں نہیں ہونی چاہیے اور بعض لوگ کوئی بات سمجھ میں نہ آنے پر تکبر کی وجہ سے نہیں پوچھتے کہ اس کو کیوں پوچھوں؟ میں خود ہی اسے کسی کتاب سے مطالعہ کر کے حل کرلوں گا! لہٰذا جو بات سمجھ میں نہ آئے تواضع کے ساتھ استاذ سے پوچھ لینا چاہیے۔

سبق لکھنے کا اہتمام کرنا چاہیے

ایک اہم مشورہ ہے کہ استاذ کے سبق کو قلم بند کرو: اس لیے کہ اساتذۂ کرام بڑی محنت کر کے کئی کئی کتابیں اور شروحات دیکھ کر، طویل طویل بحثوں کا نچوڑ اور لبِّ لباب آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں، پھر اس میں یہ بھی ہوتا ہے کہ طلبہ کی طلب کی برکت یا استاذ کے خلوص کی برکت سے استاذ کے دل ودماغ پر بعض مرتبہ ایسی ایسی توجیہات اور

نِکات من جانب اللہ القا ہوتے ہیں جو کتابوں اور شروحات میں نہیں ملتے؛ اس لیے سبق لکھنا چاہیے، اگر پورا سبق نہیں لکھ سکتے تو کم از کم اہم اہم باتیں لکھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

سبق لکھنے کے فائدے

① لکھنے کا ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ علم کی باتیں لکھنے کا ثواب ملے گا۔

② دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ: لکھنے میں جو روشنائی استعمال ہوگی اس کا قیامت کے دن شہیدوں کے خون کے ساتھ وزن کیا جائے گا؛ جیسا کہ آپ نے مشہور حدیث پڑھی ہے کہ قیامت کے دن شہدا کا خون اور علما کی روشنائی دونوں کو تولا جائے گا اور شہدا کے خون کے مقابلے میں علما نے جس روشنائی سے لکھا ہے وہ وزن میں بڑھ جائے گی۔

(جامع بیان العلم وفضلہ، ابن عبدالبر، ص: ۱۵۳)

③ لکھنے کا تیسرا فائدہ یہ ہوگا کہ: مطالعہ اور تکرار کرنے میں آسانی ہوگی۔

④ اِسی طرح امتحان کے موقع پر بھی آسانی ہو جائے گی۔

⑤ اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا اور بعد میں وہی کتاب پڑھانے کی سعادت مل گئی تو اس وقت بھی استاذ کی تقریر اور استاذ کا فیض آپ آگے پھیلا سکیں گے۔

بہت ساری مفید شروحات درسی تقریروں سے وجود میں آئی ہیں

بہت ساری مفید شروحات ایسی ہیں کہ شاگردوں نے دورانِ درس افادات لکھنے کا اہتمام کیا تو آگے چل کر وہی افادات ایک کتاب اور شرح کی شکل میں منظرِ عام پر آگئے، جیسے بخاری شریف کی شرح ''فیض الباری'' جو حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ کی درسی تقریر ہے، حضرت مولانا سید بدرِ عالم صاحب میرٹھیؒ نے دارالعلوم دیوبند اور

جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل، دونوں جگہ حضرت شاہ صاحب سے استفادہ کیا، اُس زمانے میں حضرت شاہ صاحبؒ کی بخاری شریف کی تقریر انھوں نے قلم بند کی تھی، وہی بعد میں ''فیض الباری'' کے نام سے ایک بہترین شرح کی شکل میں چھپ کر اُمّت کے سامنے آئی، حضرت شاہ صاحبؒ نے باقاعدہ بخاری شریف کی یہ شرح نہیں لکھی ہے۔

اسی طرح حضرت علامہ محمد یوسف صاحب بنوریؒ نے ڈابھیل میں ترمذی شریف حضرت شاہ صاحبؒ سے پڑھی، جامعہ ڈابھیل سے دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کرنے والی سب سے پہلی آپ ہی کی جماعت تھی، آپ نے ترمذی شریف کا درس قلم بند کیا تھا، اسی قلمبند سبق کی تقریر مرتب کر کے شائع کردی گئی جس کو''معارف السنن'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور یہ کتنی بہترین شرح ہے کہ آج ترمذی شریف پڑھانے والا استاذ اس کا مطالعہ کرتا ہے، یہ بھی شاگرد کی قلم بند کی ہوئی درسی تقریر ہے۔

اِسی طرح حضرت شاہ صاحبؒ کی ''انوار الباری'' اردو میں بخاری شریف کی تقریر ہے جسے جمع کیا گیا۔

نیز حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ڈابھیل میں بخاری شریف پڑھائی تو اس تقریر کو جمع کیا گیا جو''فضل الباری'' کے نام سے شائع ہوئی۔

نیز حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی بخاری شریف کا درس جس کو مولانا عبدالوحید صدیقی صاحبؒ نے جمع کیا اور اس کو بھی جامعہ ڈابھیل نے شائع کروایا۔

قطبِ عالم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کی کتنی درسی تقریریں چھپ کر آئی ہیں، ان کے ایک شاگرد''حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب مُتالاؒ'' نے مرتب کر کے اسے شائع کیا، اسی طرح ''حضرت مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی''

مدظلہ العالی (شیخ الحدیث: جامعہ حسینیہ راندیر اور سابق صدر مفتی: جامعہ ڈابھیل) نے بھی اپنے استاذ: حضرت شیخ زکریاؒ کے درس کو مرتب کر کے شائع کیا۔

اِن سب نے اساتذۂ کرام کے اسباق کو قلم بند کرنے کا اہتمام کیا جس سے بعد والی امت کو عجیب علوم کا ذخیرہ مل گیا؛ لہٰذا اسباق کو قلم بند کرنے کا اہتمام کیا جانا چاہیے۔

آداب پر پابندی سے عمل کرنا چاہیے

ان آداب کے صحیح برکات اور ثمرات اُس وقت حاصل ہوں گے جب ان آداب پر مداومت اور پابندی کی جائے، ایسا نہیں کہ ایک دو مرتبہ باوضو درس کا اہتمام کرلیا پھر پابندی ختم؛ لہٰذا ہمیشہ ان آداب کی پابندی کی جائے تب ہی اصل فائدہ حاصل ہوگا۔

میرے پیارو! اصل چیز مداومت اور پابندی ہے، حدیث میں:

اَحَبُّ الْاَعْمَالِ إِلَى اللهِ اَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ. (البخاری: ۶۴۶۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل وہ ہے جو پابندی سے کیا جائے؛ اگرچہ تھوڑا ہو۔

درس میں حاضری کی اہمیت اور اس کے فوائد

ان احادیث میں مباحث بھی آئیں گے، لمبی چوڑی تقریریں بھی ہوں گی، جس کی وجہ سے بعض اوقات طلبہ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوجاتا ہے کہ ہر کتاب کی تقریریں چھپی ہوئی ہیں اور اگر چھپی ہوئی نہیں ہیں تو طلبہ فوٹو اسٹیٹ کرا کر رکھ لیتے ہیں، اس میں ساری تقریریں لکھی ہوئی ہیں، اگر کوئی سبق چھوٹ گیا یا سبق کا کوئی حصہ رہ گیا تو کچھ غم نہیں، اس لیے کہ اس کی تقریر مطبوعہ یا فوٹو اسٹیٹ کی شکل میں ہمارے پاس محفوظ ہے،

لہٰذا ہمارا کوئی نقصان نہیں، اس لیے حاضری کا اہتمام نہیں کرتے۔
خوب سمجھ لو! یہ شیطان کا بہت بڑا دھوکا ہے، اس علم میں تقاریر اور مباحث ثانوی چیز ہے، اصل مقصود تو یہ ہے کہ یہ احادیث ہمیں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک سندِ متصل سے حاصل ہو جائیں؛ کیوں کہ یہ احادیث جب سندِ متصل کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں تو اس کے انوار و برکات اور اس کے فوائد کچھ اور ہوتے ہیں جو مطالعہ کر کے پڑھی ہوئی احادیث سے ہرگز نہیں حاصل ہوتے۔

سبق میں حاضری کی پابندی کریں

ایک بات طے کرلو! ہر حدیث استاذ کے سامنے پڑھنا ہے، غیر حاضری بالکل نہیں کرنا ہے، ہمارے استاذ ''حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری نور اللہ مرقدہ'' فرماتے تھے کہ: حدیث کی اجازت تین شرطوں کے ساتھ دی جاتی ہے، جب یہ شرطیں پائی جائیں گی تو اجازت ہوگی؛ ورنہ نہیں:
پہلی شرط: طالبِ علم نے استاذ کے سامنے حدیث پڑھی ہو یا سنی ہو، اگر اس نے نہ حدیث پڑھی، نہ سنی، غیر حاضر تھا یا بیٹھا ہوا سوتا رہا تو اس کو اجازت نہ ہوگی۔
دوسری شرط: وہ حدیث کو سمجھا بھی ہو، جو حدیث کو نہیں سمجھا اس کو اجازت نہ ہوگی۔
تیسری شرط: تثبّت؛ یعنی حدیث کا پختہ یاد ہونا اور پوری احتیاط کے ساتھ آگے بیان کرنا۔ (تحفۃ القاری، جلد:۱، ص:۱۱۶)
اس لیے کوشش یہ ہو کہ کوئی سبق ناغہ نہ ہونے پائے، کوئی حدیث چھوٹ نہ جائے اور اس کے لیے باقاعدہ دعاؤں کا اہتمام بھی ہونا چاہیے کہ میں بیمار نہ ہو جاؤں یا کوئی

رکاوٹ نہ پیش آئے، بعض تلامذہ کا یہ اہتمام دیکھا ہے کہ کبھی کسی شدید بیماری یا کسی معقول عذر کی وجہ سے درس میں شریک نہ ہوسکا ہو تو بعد میں استاذ سے درخواست کرتے کہ حضرت! میرا کوئی سبق عامداً ناغہ نہیں ہوا ہے؛ لیکن ایک سبق کسی عذر کی وجہ سے ناغہ ہوگیا ہے، آپ مجھے پڑھا دیں، نوازش ہوگی! تو استاذ بھی خوشی خوشی اس کو وہ سبق پڑھا دیتے ہیں، اِس طرح کا اہتمام ہمیں بھی کرنا چاہیے۔

استاذ: ایک راستہ ہے

جب کسی استاذ سے حدیث پڑھی جاتی ہے تو اس کے برکات اور انوار کچھ اور ہوتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ اساتذہ کے ذریعے طالبِ علم کے قلب پر علوم کا فیضان فرماتے ہیں، استاذ کے پاس اپنا ذاتی کوئی علم نہیں ہے کہ وہ تمھیں کوئی چیز عطا کر دے، حقیقی دینے والی ذات تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، وہی دیتے ہیں؛ لیکن وہ دینے کے لیے کسی کو واسطہ بناتے ہیں؛ ورنہ اگر استاذ سے پڑھے بغیر علم آجایا کرتا تو پھر مدرسوں اور استاذ کی ضرورت نہیں تھی، مطالعہ کرکے آدمی خود پڑھ لیتا؛ لیکن اس میں خطرات ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب وادیٔ سینا میں تشریف لے گئے، نبوت عطا ہونے والی ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو سیدھے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوتے؛ لیکن شجرۂ مبارکہ کو واسطہ بنا کر کلام فرمایا، یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ کسی کو واسطہ بناتے ہیں؛ چاہے وہ واسطہ فرشتہ: حضرت جبریلِ امین ہوں یا شجرۂ مبارکہ ہو۔

لہٰذا یہ کوشش کرو کہ جتنی حدیثیں پڑھو وہ استاذ سے پڑھو، کوئی حدیث چھوٹنے نہ پائے، حاضری کا پورا اہتمام ہو، اس سے پورے اطمینان سے صحیح علم حاصل ہوگا۔

مصنفین کے لیے دعا اور ایصالِ ثواب کا خصوصی اہتمام ہونا چاہیے

مصنفین کے لیے دعا اور ایصالِ ثواب کا خصوصی اہتمام ہونا چاہیے، اِس طرح کہ ائمۂ حدیث اور جن مصنفین کی کتابیں ہم پڑھتے ہیں ان سب حضرات کے لیے اور ان کے تمام شرّاح اور رُوات کے لیے اور اس فن کے پیچھے محنت کرنے والوں کے لیے مغفرت، رحمت اور درجاتِ عالیہ کی دعا کریں، کم سے کم روزانہ تین مرتبہ سورۂ اخلاص اور تین مرتبہ درودِ پاک پڑھ کر ان کو ایصالِ ثواب کردیں۔

ایصالِ ثواب کے سلسلے میں میرے اکابر کا اہتمام

میرے استاذ ومرشد ''حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ'' اِس کی خاص تاکید فرماتے تھے، ہمیں جب اللہ تعالیٰ کثرتِ تلاوتِ قرآن کا موقع دے، جیسے رمضان المبارک میں خوب تلاوت ہوتی ہے، اسی طرح عام دنوں میں جب ہمارا تلاوت میں قرآنِ پاک مکمل ہو تو اُس وقت تمام ائمہ حضرات کے لیے ایصالِ ثواب کردیں اور اللہ تعالیٰ اگر وسعت دے تو عید الاضحیٰ کے موقع پر ان حضرات کے نام کی قربانی بھی کریں۔

ہمارے دادا پیر ''حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ'' کے متعلق سنا کہ عید الاضحیٰ کے موقع پر کئی بڑے جانور کی قربانی کرتے اور ائمۂ حدیث: امامِ بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ وغیرہ کے لیے بھی قربانی کرواتے تھے۔

دیکھیے! اس کی برکت سے حضرت کے علوم پوری دنیا میں چمک دمک رہے ہیں، ہم کم سے کم اتنا کرسکتے ہیں کہ کبھی کسی غریب کو کھانا کھلا دیا، صدقہ کردیا اور ان حضرات کو ایصالِ ثواب کردیا، اِس طرح مالی اور بدنی دونوں عبادتوں کے ذریعے ایصالِ ثواب

کردیا کریں گے تو ان شاء اللہ! اس سے خوب فائدہ ہوگا اور علم میں ترقی ہوگی۔

ایک سفرِ حج کے موقع پر میرے مشفق شیخ الحدیث حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ فرمانے لگے کہ: اِس سال کا حج مشائخین کو ایصالِ ثواب کی نیت سے کررہا ہوں۔

لہٰذا حج اور عمرے کے موقع پر نفل طواف اور نفل عمرہ کے ذریعے بھی ایصالِ ثواب کر سکتے ہیں۔

دعاؤں کا خاص اہتمام کرنا چاہیے

جو شخص عالمِ دین بنتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے بنتا ہے، صرف اپنی محنت سے کوئی کچھ حاصل نہیں کرسکتا۔

علم اللہ تعالیٰ کے خزانے سے ملتا ہے؛ اس لیے علم میں محنت کے ساتھ دعا کا بھی اہتمام کریں، حضرت الاستاذ شیخ الحدیث مفتی سعید احمد صاحب پالنپوریؒ سبق کے دوران فرمایا کرتے تھے کہ:

بعض طلبہ صرف محنت کرتے ہیں وہ بھی نامناسب کام کرتے ہیں، بعض طلبہ صرف دعا کرتے ہیں وہ بھی مناسب نہیں ہے، اچھا یہ ہے کہ محنت بھی خوب کریں اور دعاؤں کا بھی خوب اہتمام کریں۔

خود حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس قاسم؛ یعنی بانٹنے والے ہیں، حقیقت میں دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں، اگر استاذ کے بس میں ہوتا تو وہ تمام تلامذہ کو علم پلا دیتا؛ مگر استاذ کے بس میں صرف پڑھانا ہے، کس کو کتنا علم ملے یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر

موقوف ہے؛ لہذا طلبہ اور معلمین کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے لَو لگائے، اس سے مانگے، اس دربار سے کوئی خالی ہاتھ نہیں آتا؛ البتہ کبھی یہ ہوسکتا ہے کہ طالبِ علم نے خوب محنت کی ہو، اللہ تعالیٰ سے لَو بھی لگایا ہو؛ مگر اس کا ذہن کمزور ہو؛ اس لیے وہ فقیہ و محدّث نہ بن سکا؛ مگر محروم وہ بھی نہیں رہے گا، اللہ تعالیٰ محنت کی برکت سے اور دعاؤں کی برکت سے اس کے علم میں نورانیت پیدا فرمائیں گے اور اس سے ایسے ایسے دین کے کام لیں گے کہ بڑے بڑے علما وفقہا اس پر رشک کریں گے۔ (خلاصہ از تحفۃ القاری، ج:۱، ص ۳۴۳)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِن تمام آداب کے خوب اہتمام کی توفیق اور سعادت نصیب فرمائے اور ان آداب کے برکات اور انوارات سے ہم سب کو دنیا و آخرت میں مالا مال فرمائے، آمین!

حصولِ علم کے اغراض ومقاصد

کسی بھی کام کی غرض اوراس کا مقصد جب سامنے ہوتا ہے تو آدمی کے لیے کام کرنا آسان ہوجاتا ہے، جیسے کوئی آدمی صبح صبح نکلا اورآپ نے اس سے پوچھا: کہاں تشریف لے جارہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ: میں سورت جارہاہوں۔ آپ اس سے پوچھے: کیوں جارہے ہو؟ اب وہ آپ کو جواب دے کہ: معلوم نہیں؛ کیوں جارہاہوں؟ تو آپ اس سے کہیں گے کہ: وہاں جاکر دماغ کے ڈاکٹر سے مل کر دوابھی لے آنا کہ آپ بے مقصد صبح صبح چل پڑے ہیں جس سے محسوس ہوا کہ آپ کو دماغ کے علاج کی ضرورت ہے۔

اس لیے ہر کام کا مقصد متعین ہونا چاہیے؛ تاکہ محنت کرنا آسان ہو؛ جیسے کاروباری، کھیتی باڑی والے، ملازمت کرنے والے لوگوں کا ایک مقصد: ''حصولِ مال'' ہوتا ہے؛ اس لیے ان کے لیے محنت کرنا آسان ہوجاتا ہے۔

اب ہمارا مقصد کیا ہے؟ ہم کیوں علم حاصل کررہے ہیں؟ کیوں قرآن، حدیث اورفقہ کا علم حاصل کرتے ہیں؟ اس کا کیا مقصد ہے؟ اس کوضرور متعین کردیا جائے۔

چناں چہ مقصد کی دوقسم ہیں: (۱) عمومی مقصد (۲) خصوصی مقصد۔

حدیث شریف کے حصول کی پہلی غرض اور مقصد

جتنے بھی علومِ شرعیہ اوردینیہ ہیں ان کا ایک عمومی مقصد اورغرض ''سعادتِ دارین'' اور ''رضائے الٰہی کا حاصل کرنا'' ہے، یہ علمِ شرعی کا بنیادی اورعمومی مقصد ہے۔

اب اِس شریف ترین علمِ حدیث جس میں قرآن فہمی اوراقوالِ صحابہ کا پڑھنا، سمجھنا

بھی ہے اس کے مقصدِ خصوصی کو ترتیب سے بیان کیا جاتا ہے:

①مقصدِ خصوصی: حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسوہ ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.(الاحزاب)

ترجمہ: پکی بات یہ ہے کہ تمھارے لیے اللہ کے رسول (کی ذات) میں ایک بہترین نمونہ موجود ہے۔

یعنی ہم حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اعمال، افعال، اور صفات کو اپنے لیے نمونہ بنائیں، ہر انسان کسی نہ کسی کی نقل، اتباع اور تقلید تو ضرور کرتا ہے، مثلاً تم ایسا جبہ کیوں پہنتے ہو؟ تو سامنے سے جواب ملتا ہے؛ اس لیے کہ میرے ابّا ایسا جبہ پہنتے ہیں۔ تم کیوں ایسی پینٹ پہنتے ہو؟ اس لیے کہ فلاں فلمی ایکٹر ایسی پینٹ پہنتا ہے، اِس طرح ہر ایک کسی نہ کسی کی نقل ضرور کرتا ہے، کسی نہ کسی کو اپنا نمونہ اور آیڈیل (IDEAL) بناتا ہے۔

ہم یہ علمِ شرعی کیوں حاصل کرتے ہیں؟ تا کہ ہم بھی حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس کو بہترین نمونہ بنائیں، یہ اس کی خصوصی غرض اور مقصدِ اول ہے؛ لہٰذا ایک بات ذہن نشین کرلیں کہ ہم حدیث شریف پڑھتے وقت یہ کوشش کریں گے کہ فلاں بات اور فلاں حدیث سے ہمیں کیا سبق سیکھنے کو ملا؟

ہم جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اقوال، افعال، اعمال اور صفات پڑھتے، سنتے ہیں انھیں اپنے لیے نمونہ بنائیں، یہ حدیث شریف حاصل کرنے کی خصوصی غرضِ اول ہوئی۔

''حدیث پر عمل کرنا'' یہ حدیث کی ایک اہم ترین غرض ہے، اس کے ضمن میں ایک بات سمجھو! انسان جس بات پر عمل کرتا ہے وہ بات محفوظ ہوجاتی ہے؛ لہٰذا کسی چیز پر عمل کرنا اس کو یاد رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے، مثلاً ہم نے نماز کے متعلق مکتب میں،

نورالایضاح، ہدایہ وغیرہ کتابوں میں اس کے فرائض، واجبات، سنن، آداب، مستحبات الگ الگ باب میں پڑھے اور تمام فرائض، واجبات، سنن، آداب وغیرہ پر الگ الگ بحث ہوتی ہے اور ممکن ہے کہ کسی استاذ نے یہ تمام چیزیں یاد کرائی ہوں، تو اس وقت ہم کو یاد ہوگئی ہوں؛ لیکن اس کے بعد ذہن سے نکل گئی ہیں؛ اس لیے اگر ابھی ہم کو ترتیب سے نماز کے فرائض، واجبات، سنن وغیرہ کوئی پوچھے تو شاید ہم نہیں گنوا پائیں گے۔

البتہ اگر اِس طرح کہا جائے کہ: نماز کے سنن، آداب، واجبات وغیرہ کی رعایت کرتے ہوئے جامع مسنون نماز پڑھ کر دکھا دو تو ان شاء اللہ! یہ کام آسان ہو جائے گا کہ اس طرح عملاً پوری نماز پڑھ کر آپ دکھا سکتے ہیں اور اس میں بھی غور کر کر کے بتا سکتے ہیں کہ قبلہ کی طرف رخ کرنا اس کی اہم شرط ہے، پھر طہارت حاصل کرنا؛ یعنی وضو کرنا ہے، کپڑے کا پاک ہونا ضروری ہے، نماز کا وقت ہونا وغیرہ وغیرہ۔

پھر ہم اس میں غور کر کے نماز کے الگ الگ اجزا بتلا سکتے ہیں کہ یہ نماز کا رکن ہے، یہ شرط ہے، یہ واجب ہے، یہ فرض ہے وغیرہ، خلاصہ یہ ہے کہ اِس طرح عمل کرنا کہ اس کی برکت سے علم محفوظ اور یاد ہو جاوے، یہ بھی حدیث شریف کی اہم غرض ہے۔

دوسری غرض اور مقصد

حدیث شریف حاصل کرنے کی دوسری غرض اور مقصد ''تشریعی قانون سازی'' ہے، جس طرح قرآن کی آیات شرعی قانون کے لیے اصل ہے، اسی طرح حدیث شریف بھی ہے۔

جب ہم شریعت کے اصول پر بات کرتے ہیں تو پہلے نمبر پر کتاب اللہ کو بیان

کرتے ہیں؛ کیوں کہ شریعت کے قانون کو بیان کرنے کے لیے یہی اصل ہے، دوسرے نمبر پر احادیثِ مبارکہ ہیں؛ کیوں کہ فقہ میں بہت سارے مسائل ایسے ہیں جن کا مصدر و ماخذ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیثِ مبارکہ ہے۔

فرقۂ اہلِ قرآن

یہاں ایک بات ذہن نشین رکھیے کہ دنیا میں ایک گمراہ فرقہ ہے جو اپنے آپ کو ''اہلِ قرآن'' کہتا ہے، آج بھی یہ فرقہ دنیا میں موجود ہے؛ حالاں کہ یہ منکرِ حدیث ہے؛ مگر انھوں نے اپنے آپ پر عنوان بہت اچھا ''اہلِ قرآن'' کا لگایا ہے کہ ہم قرآن والے ہیں اور ہر باطل فرقے کا یہی حال ہے کہ ٹائٹل (Title) بڑا عمدہ ہوا کرتا ہے؛ لیکن اندر سے ان کے فتنے بڑے خطرناک ہوتے ہیں۔

اِن اہلِ قرآن کا حدیثِ مبارکہ کے بارے میں یہ کہنا ہے کہ جس طرح بزرگانِ دین کے اقوال ہوتے ہیں کہ ان کے اقوال پر عمل کرو تب بھی ٹھیک اور نہ کرو تب بھی کوئی حرج نہیں! اِسی طرح حدیث شریف کا معاملہ ہے؛ یعنی حدیث کو شرعی حجت اور دلیلِ شرعی نہیں مانتے، عمل کے لیے اصول نہیں مانتے ہیں۔

جب کہ ہم اہلِ سنت و جماعت کا مسلک یہ ہے کہ ہم احادیثِ مبارکہ کو تشریع کے لیے ماخذ مانتے ہیں؛ اسی لیے ہمارے مجتہدین حضرات کا یہ طریقہ رہا ہے کہ کسی بھی مسئلے کو سب سے پہلے قرآنِ مجید میں دیکھا جاوے، پھر حدیث شریف میں، پھر اجماعِ امت میں اور ان میں سے کسی میں صراحتاً مذکور نہ ہو تو ان تینوں کو سامنے رکھ کر مسئلے کا اجتہاد اور استنباط کیا جاوے۔

تیسری غرض اور مقصد

حدیث کی تیسری غرض اور مقصد اُن تمام فضائل کو حاصل کرنا ہے جو فضائل احادیث کے حاصل کرنے کے سلسلے میں وارد ہوئے ہیں، یہ بھی ایک بہت اہم غرض اور مقصد ہے۔ ترمذی شریف میں ایک روایت ہے:

نَضَّرَاللّٰہُ اِمْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَوَعَاھا وَحَفِظَھا وَبَلَّغَھا۔ (ترمذی:۲۶۵۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اُس آدمی کو تر و تازہ رکھے جس نے میری کوئی بات سنی اور اسے یاد رکھا اور اس کو (دوسروں تک) پہنچایا۔

اِس حدیث شریف کو بہت سے شراحِ حدیث نے دعا پر محمول کیا ہے؛ یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا دی ہے کہ: اے اللہ! جو آدمی میری بات (حدیث) کو سنے، اس کو محفوظ کرے اور عمل کر کے دوسروں تک پہنچا دے تو ایسے آدمی کو اللہ تعالیٰ خوش، ہرا بھرا اور تر و تازہ رکھے، یہ خوش و خرم اور تر و تازہ رکھنے والی فضیلت دنیا اور آخرت دونوں میں ہے۔

دین کی خدمت کرنے کا ایک انعام

جو حضرات قرآن اور حدیث پڑھنے- پڑھانے میں مشغول رہتے ہیں، وہ لوگ آخری عمر تک تر و تازہ رہتے ہیں؛ بلکہ ان کی عقل میں اضافہ ہوتا جاتا ہے؛ ورنہ دنیا والوں کا دستور یہ ہے کہ آدمی کو بڑی عمر میں ملازمت و ذمے داری سے فارغ کر دیا جاتا ہے، خصوصاً حکومتی شعبوں میں؛ مثلاً: اسکولوں، کالیجوں میں پچاس سال کی عمر کے بعد ریٹائرڈ (Retired) کا سلسلہ رہتا کہ اب اس کی عمر پڑھانے کے قابل نہیں رہی ہے،

قرآنِ مجید اس حقیقت کو واضح کرتا ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۙ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۞ (النحل)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا، پھر وہ (اللہ تعالیٰ) تمھاری روح قبض کرتے ہیں اور تم میں سے بعض لوگ وہ ہیں جو عمر کے ناکارہ دور تک پہنچا دیے جاتے ہیں جس (دور) میں پہنچ کر یہ ہوتا ہے کہ بہت کچھ جاننے کے بعد بھی انسان بالکل اَن جانے ہو جاتے ہیں، یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والے، بڑی قدرت والے ہیں۔

جیسے گجراتی زبان میں ایک مقولہ ہے: ''ઉમર થઈ સાઠ, અકલ ગઈ નાઠ'' (عمر ہوئی ساٹھ، عقل گئی ناٹھ) یعنی ساٹھ کی عمر کے بعد انسان کی عقل میں فتور آنا شروع ہو جاتا ہے۔

قرآنِ مجید اور حدیث شریف کا معاملہ الگ ہے

قرآنِ مجید اور حدیث شریف کا معاملہ یہ ہے کہ مدرس جتنا پڑھائے گا اور عمر کے اعتبار سے جتنا آگے بڑھے گا اسی قدر اس کی تر و تازگی میں ترقی ہوگی۔

اسی لیے بہت سی مرتبہ دیکھا گیا کہ جب کسی جگہ کوئی بخاری شریف وغیرہ پڑھانے کے لیے استاذ کی تلاش ہوتی ہے تو معمّر استاذ تلاش کیا جاتا ہے جو بالکل سفید داڑھی والا ہو، لکڑی لے کر چلتا ہو، چلنے میں بھی تکلیف ہوتی ہو، ایسا پرانا مدرس اور ماہرِ فن جو اس کتاب کو اچھے طریقے سے پڑھا سکتا ہو۔

بہر حال! ہمارے دینی علوم کے سلسلے میں تو یہ معاملہ ہے کہ جتنی عمر آگے بڑھتی ہے، علم کی برکت سے ان کی عقل اور دماغ میں تر و تازگی بھی بڑھتی جاتی ہے، دراصل یہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی دعا کی برکت ہے؛ اس لیے اِس حدیث شریف کو بہت سارے شراحِ حدیث نے دعا پر محمول کیا ہے۔

جب کہ بعض شراح نے اِس کو خبر پر محمول کیا ہے؛ یعنی حضرت نبیٔ کریم ﷺ اطلاع دے رہے ہیں کہ جو آدمی حضور ﷺ کی حدیث سنے، اس کو یاد رکھے اور دوسروں تک پہنچائے، اللہ تعالیٰ اس کو دونوں جہاں میں تر و تازہ رکھیں گے، یہ تیسری اہم غرض ہوگئی۔

حدیث شریف میں وارد فضائل اور اجر و ثواب کو بھی حاصل کرنا چاہیے جیسے کہ اوپر گذرا کہ درسِ حدیث من وجہٍ درسِ قرآن ہے اور درسِ قرآن کے لیے حدیث میں جو فضیلت وارد ہوئی ہے، وہ بھی اس میں ان شاء اللہ! حاصل ہو جائے گی۔

درود شریف پڑھنے کا سنہرا موقع

اِس میں بھی ایک اہم فضیلت یہ ہے کہ چوں کہ دورۂ حدیث میں حدیث شریف کی تقریباً دس کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، اب اگر اس میں چار ہزار حدیثوں کا اوسط (Average) نکالا جاوے تو دس کتابیں ملا کر چالیس ہزار حدیثیں ہو جائیں گی اور ہر حدیث پر درود شریف پڑھا جائے تو چالیس ہزار درود شریف ہو جائیں گے، یہ کم سے کم مقدار ہے۔

پھر عبارت کے ترجمے کے وقت درود، پھر حدیث کی تشریح کے وقت درود، اِس

طرح ایک ایک حدیث پر چار مرتبہ بھی درود پڑھنے کا اہتمام کیا جائے تو تقریباً ایک لاکھ ساٹھ ہزار درود شریف کا وِرد تو ان شاء اللہ! سبق کی برکت سے ہی مکمل ہو جائے گا۔

درود شریف پڑھنے کی فضیلت

حدیث شریف میں وارد ہے کہ کل قیامت کے دن حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر زیادہ سے زیادہ درود پڑھے گا۔

یہ کتنی بڑی فضیلت کی چیز ہے کہ آخرت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب اور دنیا میں درود شریف کے فضائل اور ثواب حاصل ہوگا۔

چوتھی غرض اور مقصد

حدیث شریف کی چوتھی غرض اور مقصد: "فہمِ قرآنِ مجید" ہے؛ اس لیے کہ قرآنِ مجید کی اول ترین تفسیر وہ ہے جو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائی ہے، قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۲ (الجمعة)

ترجمہ: وہی (اللہ تعالیٰ) ہیں جنھوں نے (عرب کے) اُمّی (یعنی اَن پڑھ) لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو اس (اللہ تعالیٰ کے قرآن) کی آیتیں ان کے سامنے پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو پاکیزہ بناتے ہیں اور ان کو کتاب اور حکمت سکھلاتے ہیں؛ اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

اِس میں ’’وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ‘‘ سے مراد یہ ہے کہ: قرآنِ مجید کی تفسیر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سکھلائیں گے۔

حدیث شریف کا ایک اہم عنوان ’’کتاب التفسیر‘‘ بھی ہے

حدیث شریف کے مختلف عناوین میں ایک عنوان ’’تفسیر‘‘ کا بھی ہے، حضرت امام بخاریؒ نے بخاری شریف میں ’’کتاب المغازی‘‘ کے بعد ’’تفسیر‘‘ کا عنوان قائم فرمایا ہے؛ لیکن چوں کہ حدیث شریف لینے کے سلسلے میں امام بخاریؒ کا معیار بہت اونچا ہے؛ اس لیے انھوں نے اپنے معیار کے مطابق ہی روایتیں قرآنِ کریم کی سورتوں کی ترتیب کے مطابق جمع کردی، اس کے بعد صحابۂ کرام، تابعین اور قدیم مفسرین کے اقوال جمع کردیے، اسی طرح حدیث شریف کی دوسری بڑی کتابوں میں بھی ’’کتاب التفسیر‘‘ موجود ہے۔

قرآنِ پاک کے معانی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ کے ذریعے قرآنِ کریم کی تفسیر سمجھنا بہت اہم چیز ہے، قرآنِ مجید کی تفسیر کبھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبانِ مبارک سے فرمائی جیسے کہ ’’الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ‘‘ سے یہود اور ’’الضَّآلِّيْنَ‘‘ کا مصداق نصاریٰ کی جماعت کو قرار دیا۔

اسی طرح ’’اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴿۸۲﴾ (سورۂ مائدۃ، آیت: ۸۲) یہاں ’’ظلم‘‘ کی تفسیر خود نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ’’شرک‘‘ سے فرمائی ہے۔

قرآنِ مجید کی عملی تفسیر

قرآنِ مجید کی کچھ آیات ایسی ہیں جن کی تفسیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عملِ مبارک سے فرمائی ہے، جیسے قرآنِ کریم میں جگہ جگہ ''اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ'' کا لفظ آیا ہے، اب نماز کیسے قائم کرنا ہے وہ خود حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عملِ مبارک سے امت کو بتلا کر فرمایا: صَلُّوْا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ. میں نے جیسی نماز پڑھی تم ایسی نماز پڑھو!

اسی طرح حج کے متعلق قرآنِ کریم کی آیتِ مبارکہ ہے:

وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا.

چناں چہ مناسک کا عمل حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود کر کے بتایا۔

اسی طرح '' ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ '' کیسے کرنا ہے؟ اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود کر کے بتایا۔

اسی طرح '' فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِکَکُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَاءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا '' میں مناسک کے بعد کیسے ذکر کرنا ہے وہ بھی اپنے مبارک عمل کے ذریعے بتلا دیا۔

بہر حال! قرآنِ کریم کی بہت ساری آیات کی تفسیر خود حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عمل سے کی ہے، یہ بھی حدیث کی ایک اہم ترین غرض اور مقصد ہے۔

پانچویں غرض اور مقصد

حدیث شریف کی پانچویں غرض اور مقصد: ''لطف اندوز'' ہونا ہے۔ جب آدمی کو کسی سے محبت ہو جاتی ہے تو اس کو اس کی ہر چیز سے محبت ہو جاتی ہے، جیسے ایک آدمی

آپ کے سامنے بار بار میرے حضرت، میرے حضرت، بولتا ہو تو کوئی کہے گا کہ: ارے بھائی! کیا پورا دن یہ بولتا رہتا ہے؟ لیکن اِس کو اپنے پیر کے ساتھ ایسی محبت ہوگئی ہے کہ پیر صاحب کا نام لینے میں بھی اس کو لطف آتا ہے، اسی طرح اپنے استاذ سے، اپنے مشفق و مربی سے محبت ایسی ہوگئی ہے کہ بار بار بولتا ہے کہ ہمارے حضرت یوں فرماتے ہیں، ہمارے حضرت نے ایسا فرمایا ہے؛ چناں چہ ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ذات کے بعد اگر سب سے زیادہ محبوب ترین کوئی شخصیت ہے تو وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت ہے، جیسے حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ،أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ. (البخاری:۱۵)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اُس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا، جب تک وہ مجھ سے اپنے لڑکے، والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبت نہ کرے۔

یہ حدیث شریف بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ محبوب ترین شخصیت حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے؛ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں، ان کے ارشادات، ان کے اعمالِ مبارکہ، ان کا تذکرہ پڑھنا ہمارے لیے ایک مستقل لطف اور عجیب مزے کی بات ہے۔

ایک آدمی جب سند پڑھ کر اس جملے پر پہنچتا ہے ''قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ'' اس وقت ایک روحانی اور وجدانی کیفیت طاری ہونی چاہیے، اللہ اللہ! میری زبان پر وہ جملہ اور وہ بات آرہی ہے جو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لسانِ

اقدس سے صادر ہوئی، رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بات میری زبان پر! اس لیے کہ میری زبان گندی ہے، وہ اِس قابل ہی نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاداتِ عالی کو نقل کرے! لیکن چوں کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت اور عشق ہے؛ اس لیے اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادِ مبارک کو میری زبان سے جاری فرما رہے ہیں۔

بہرحال! حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بات کو اپنی زبان سے دوہرانا اور ان کے عمل کو اپنی زبان سے بولنا یہ ایک سچے عاشق کے لیے مستقل لطف اندوزی اور مزے کی چیز ہے، حدیث شریف پڑھنے کی یہ بھی بہت بڑی غرض اور مقصد ہے۔

احادیث یاد کرنے کی کوشش کریں

حدیث شریف کا یاد ہوجانا کتنا بڑا اور مبارک عمل ہے! حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کوئی عمل مبارک یاد ہوجائے، یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا طرزِ حیات، آپ کا اسوۂ مبارکہ یاد ہوجائے کتنی بڑی بات ہے! اس لیے ہم حدیثوں کے متن کو یاد کرنے کی کوشش کریں، اگر متن یاد نہ ہوتا ہو تو حدیث کا مفہوم اور مضمون یاد کرلے، یہ تو یاد کرنا آسان ہے تو اس سے بھی عمل کرنا آسان ہوجاتا ہے۔

جیسے اگر آپ سے کوئی پوچھے کہ آپ سفید کپڑے کیوں پہنتے ہیں؟ اب آپ کو بعینہ حدیث کے الفاظ تو یاد نہ ہوں گے! لیکن آپ اس کا خلاصہ سامنے والے کو ضرور سنا دیں گے کہ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سفید کپڑے پسند تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم زندوں اور مردوں کے لیے سفید کپڑے پسند فرماتے تھے۔

اِس طرح عمل کی برکت سے حدیث کا مفہوم، مضمون اور اس کا خلاصہ ضرور ذہن نشین ہوجاتا ہے، یہ بھی بڑی سعادت مندی کی بات ہے۔

اکابر کا اپنے علم پر عمل

یاد رہے! ہمارے اکابرین میں سے بہت سارے ایسے بھی ہیں جو دعوے کے ساتھ کہتے تھے کہ ہم نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پڑھی ہوئی ہر حدیث پر عمل کیا ہے؛ اس لیے بعض محدثین کے حالات میں آتا ہے کہ وہ ہر حدیث پر عمل کرنے کا اہتمام کرتے تھے، حتی کہ جب پچھنا لگانے کی حدیث آئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پچھنا لگوایا اور پچھنا لگانے والے کو اجرت بھی عطا فرمائی، تو پچھنا لگوانے کی ضرورت نہ ہونے کے باوجود محض حدیث شریف پر عمل کی غرض سے انھوں نے پچھنا لگوایا اور اس کی اجرت بھی ادا کی، یہ اُن حضرات کا حدیث شریف پر عمل کرنے کا جذبہ تھا۔

حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کی اتباعِ سنت کا ایک نمونہ

حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت کے ادا کرنے کا بڑا اہتمام کیا کرتے تھے؛ آپ ایک مرتبہ سفر میں استنجا سے فارغ ہوکر نکلے، پھر جب تھوڑا آگے چلے تو ایک جگہ اتر کر دوبارہ استنجا کیا جب کہ انھیں اس کی حاجت نہیں تھی، لوگوں نے پوچھا کہ: ابھی تو استنجا کا کوئی موقع نہ تھا! آپ تو تھوڑی دیر پہلے ہی فارغ ہوچکے تھے! آپ نے فرمایا کہ: اِس جگہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پیشاب فرمایا تھا؛ اس لیے اگرچہ مجھے تقاضا نہیں تھا، پھر بھی میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اتباع کی نیت سے استنجا کیا۔

خلاصہ یہ کہ عمل کی برکت سے علم محفوظ ہوجاتا ہے؛ گویا دونوں چیزیں ایک دوسرے کے ساتھ ملی ہوئی ہے، اِس عمل کے واسطے علم حاصل کرنا ہے اور علم کو محفوظ کرنے کے واسطے عمل کرنا ہے، یہ حدیث شریف کو حاصل کرنے کے مقاصدِ حسنہ میں سے ہے۔

خدامِ دین کا اعزاز

یاد رکھو! حضور ﷺ کے زمانے سے آج تک اللہ تعالیٰ کی ایک عجیب وغریب شان رہی ہے کہ جو لوگ قرآنِ مجید اور حدیث شریف کی خدمت میں مشغول رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں بڑی عزت اور سرخ روئی عطا فرمائی ہے اور ظاہر بات ہے کہ دنیا میں اچھے لوگ، عام اہلِ ایمان جب ایسے حضرات کے ساتھ عزت واکرام کا معاملہ کریں تو یہ اِس بات کی علامت سمجھی جاتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بھی بڑے مکرم اور معزز ہیں؛ اس لیے کہ یہ مقولہ ’’زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو‘‘ بڑا مشہور ہے۔

نیز قرآنِ پاک اور حدیث شریف کی خدمت کی برکت سے انسان کو تقویٰ اور روحانی کیفیت نصیب ہوتی ہے۔

لہٰذا اِن اہم مقاصد کے پیشِ نظر ہم لوگ احادیثِ مبارکہ کا علم حاصل کرتے ہیں؛ کیوں کہ بغیر علمِ حدیث حاصل کیے کوئی آدمی مکمل دین وشریعت سیکھ نہیں سکتا ہے؛ اس لیے کہ قرآنِ مجید میں بہت سارے مقامات پر اجمال اور بہت سی جگہوں پر ابہام ہے اور اس ابہام اور اجمال کی تفسیر حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے اپنے قول وفعل سے فرمائی ہے؛ اس لیے قرآنِ کریم کے اجمال کو جب تک حدیث شریف کے ذریعے نہیں سمجھیں گے، اُس وقت تک ہم کامل علم حاصل نہیں کر سکتے۔

چھٹی غرض اور مقصد

حدیث شریف حاصل کرنے کی چھٹی غرض اور مقصد یہ ہے کہ اللہ رب العزت اور حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی طرف سے عطا کی گئی دعوتِ دین اور اشاعتِ دین کی اہم

ذمے داری کو ادا کیا جاوے؛ کیوں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمے داری ایسی چیز ہے کہ آدمی حدیث شریف کا علم حاصل کیے بغیر صحیح طریقے سے انجام نہیں دے سکتا ہے؛ اس لیے قرآنِ مجید اور حدیث شریف کے علم کے بغیر تبلیغِ دین، اشاعتِ دین، حفاظتِ دین، اعلائے دین کی ذمّے داری کما حقہ ادا نہیں کر سکتے، اگر جہالت کے باوجود کوئی اس کام میں دخل اندازی کی کوشش کرتا ہے تو پھر وہ دین کی تبلیغ کی بجائے جہالت وضلالت کی ترویج کرے گا۔

آج کے دور کی الٹی سوچ

''مشکوۃ شریف'' میں اِس بارے میں حدیث شریف مذکور ہے، جس کا حاصل یہی ہے کہ جاہل آدمی دین کی تبلیغ کرنے جاوے گا تو وہ ''معروف'' کو ''منکر'' سمجھے گا اور ''منکر'' کو ''معروف'' سمجھ کر لوگوں کو اس کا حکم دے گا۔

آج دنیا میں بہت سے منکرات کو لوگوں نے ''معروف'' سمجھ لیا ہے اور اس پر خوب زور دے رہے ہیں، دِلوا رہے ہیں، نیز ان کی خوب اشاعت بھی ہو رہی ہے اور نہ کرنے والوں کو بُرا بھلا کہا جاتا ہے۔ یہ بات لوگوں میں قرآنِ پاک اور حدیث شریف کا صحیح علم نہ رکھنے کی وجہ سے آئی ہے؛ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم نبوی علوم کو حاصل کر کے صحیح معنیٰ میں دین کی تبلیغ اور اشاعت کرنے والے بنیں۔

بہر حال! یہاں حدیث شریف حاصل کرنے کے بڑے بڑے اہم ترین مقاصد مکمل ہوئے، اللہ تبارک وتعالیٰ تمام مقاصد کو ملحوظ رکھتے ہوئے خلوص اور للّٰہیت کے ساتھ علمِ حدیث حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

اللھم وفقنا لما تحب وترضٰی واجعل اُخرتنا خیرا من الاولی وصلی اللہ علی النبی الکریم.